امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد ترجمان اردو ماہنامہ

شریعت

جلد ۱ رجب ۱۴۳۳ ، جون ۲۰۱۲ شمارہ ۳

اوباما کرزئی معاہدہ کا ردعمل

طالبان اور سکول

شکاگو نمائشی اجلاس بے نتیجہ اختتام

اروزگان جہادی احساسات کی سرزمین

سٹراٹیجک معاہدہ یا سٹریٹیجک مفادات کے حصول کے لئے آخری کوشش؟

فرمان نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن عائشة ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال : ان اللہ تعالیٰ رفیق یحب الرفق ویعطی علی الرفق مالا یعطی علی العنف ومالا یعطی علیٰ ماسواہ . [رواہ مسلم]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خود مہربان ہیں [نرمی اور مہربانی کرنا اس کی ذاتی صفت ہے] اور نرمی اور مہربانی کرنا اس کو محبوب ہے [یعنی اس کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے بندے بھی آپس میں نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کریں] اور نرمی پر وہ اتنا دیتا ہے کہ درشتی اور سختی پر نہیں دیتا اور جتنا کہ نرمی کے سوا کسی چیز پر بھی نہیں دیتا۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد ترجمان اردو ماہنامہ

شریعت

شمارہ۲ رجب ۱۴۳۳ ، جون ۲۰۱۲ جلد۱

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ کا واحد دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ جسے امارت اسلامیہ کا میڈیا اور ثقافتی کمیشن چلا رہا ہے۔

ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم افغانوں پر روا رکھے جانے والے ظلموں کی سچی عکاس ہے۔

اس شمارے میں

سٹریٹیجک معاہدہ یا سٹریٹیجک مفادات کے حصول کی آخری کوشش ۲
مولوی عبدالقدوس سے ایک ملاقات ۴
سٹراٹیجک معاہدے کی آڑ میں خطرناک امریکی اہداف ۸
معروف علمی اور جہادی شخصیت صوبہ نورستان کے نائب گورنر کی شہادت.... ۱۲
شہید ملا سیف الرحمٰن منصور رحمہ اللہ کی شہادت کا دسواں سال ۱۴
شگاگو میں نیٹو ممالک کے سربراہی اجلاس کے بارے میں اعلامیہ ۲۲
طالبان اور سکول ۲۴
کرزئی او بامہ کے سٹراٹیجک معاہدہ پر دستخط کا ردعمل ۲۸
اروزگان جہادی احساسات کی سرزمین ۲۹
امریکہ کے ساتھ سٹراٹیجک معاہدے کے عواقب ۳۱
افغانستان گزشتہ اپریل میں ۳۴
سکول جلانے اور طالبات کی بے ہوشی سے متعلق سے اعلامیہ ۳۷
عظمت باطل کے علاج کا نسخۂ اکسیر ۳۸
شیخ اسامہ کے ایک سال بعد ۴۱
شہدائے ملت ۴۲

مدیر اعلیٰ: ولید افغان
نائب مدیر: سلیمان غوری

مجلس مشاورت
ڈاکٹر ہارون
شمس ابدالی
ملا اسد افغان
فرہاد ہروی
استاد فریدون

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے

خط وکتابت کے لئے برقی پتہ
shariatmagazine@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن کے لئے ملاحظہ کریں۔
www.shahamat-urdu.com

ڈیزائننگ: سلمان بدر

اداریہ

سٹراٹیجک معاہدہ یا سٹرٹیجک مفادات کے حصول کے لئے آخری کوشش

مدیر اعلیٰ

ظلم میں اپنی مثال آپ امریکہ مفاد پرستی میں بھی لا مثال واقع ہوا ہے۔ یہ ایک لازمی بات ہے کہ ہر شخص اور ہر ملک کو اپنے مفاد عزیز از جان ہوتے ہیں لیکن وہ ان مفادات کے حصول کے لئے موقع محل اور ارد گرد کے حالات پر نگاہ رکھتے ہیں یا اپنی عزت نفس کا لحاظ کرتے ہوئے ان مفادات کے حصول کے لئے ہر حد کو پار نہیں کرتے۔ لیکن عالمی شیطان امریکہ کا رویہ اور نظریہ بالکل برعکس ہے وہ اپنے مفادات کے لئے ہر حد کو پار کرتا ہے......ان کے حصول کے لئے اس کی نگاہ میں اپنی اور پرائی عزت کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ......ان مفادات کے لئے اگر اسے لاکھوں بے گناہ انسانوں کا خون بہانا پڑے تو وہ اس سے بھی دریغ نہیں کرتا......کروڑوں کی آبادی کو صفحہ ہستی سے مٹانا پڑے تو بھی اس کے لئے کوئی مشکل نہیں......یہی وجہ ہے کہ دنیا میں امریکہ ایک مفاد پرست ملک اور اس کے عوام مفاد عوام کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔

امریکہ کی اسی مفاد پرستی اور دورنگی کی وجہ سے کوئی بھی ذی عقل امریکہ سے دوستی کا دم نہیں بھرتا اور سمجھتا ہے کہ امریکہ کی دوستی اس کی دشمنی سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتی ہے، وہ دوستی کے روپ میں دشمن بن کر وار کرتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ امریکہ چاہے دوست بن کر آپ کے پاس آئے یا دشمن بن کر آپ پر حملہ آور ہو دونوں صورتوں میں اس کا مقصد اپنے مفادات کا تحفظ اور حصول ہی ہوگا۔

ہم افغانستان میں کٹھ پتلی صدر حامد کرزئی اور امریکی صدر اوبامہ کے بیچ ہونے والے سٹرٹیجک معاہدہ کو اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ معاہدہ امریکی مفادات کی تحفظ اور ان ناپاک ارادوں کی تکمیل کے لئے ہے جنہیں لے کر امریکی اور صلیبی ٹولہ ہماری اس پاک سرزمین پر حملہ آور ہوا ہے۔

یہ وہ معاہدہ ہے جس کے لئے امریکی صدر اوبامہ کو نصف شب کی تاریکی میں سات سمندر پار امریکہ سے خصوصی طیارے کے ذریعے بنفس نفیس ایک پر خطر، پر خار اور خوف کے اندوہناک بادلوں میں گھرے خطے میں آنا پڑا......اور اس آمد کو اس قدر خفیہ رکھا گیا کہ جب وائٹ ہاؤس کے ترجمان سے اوبامہ کے افغانستان جانے کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے صریح جھوٹ بول کر اس بات کی تردید کی......اور اس راز سے پردہ تب اٹھا جب اوبامہ واپسی کے لئے پرتول رہا تھا۔

اس بات سے ندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ معاہد امریکیوں کے ہاں کس قدر بیش قیمت معاہدہ ہے ورنہ امریکہ کو کیا پڑی تھی کہ اتنی دور سے اپنے کاسہ لیس اور آنکھ کے اشارے پر ناچنے والے ایسے کٹھ پتلی حکمرانوں پاس آتا جو ایک معمولی امریکی آفیسر کی بیک جنبش آبرو امریکہ جا پہنچتے ہیں۔

اربوں ڈالرز اور ہزاروں جانوں کی ضیاع کے باوجود آج تک امریکہ اور اس کے اتحادی افغان وار میں ناکامی سے دوچار چلے آرہے ہیں جس کی وجہ سے اتحادی ممالک کے عوام عموماً اور امریکی عوام خصوصاً اس دور از کار اور ناکام جنگ کے مخالف ہیں اور اس بات پر مصر ہیں کہ اس جنگ کو جلد از جلد بند کردیا جائے۔ اتحادی ممالک اور امریکی حکومت اپنی عوام کے اس مطالبہ کی وجہ سے انڈر پریشر اور ڈپریشن کا شکار ہیں

اسی پریشر اور ڈپریشن کی وجہ سے امریکہ کو اعلان کرنا پڑا کہ ۲۰۱۴ کو امریکی اور نیٹو افواج افغانستان سے چلی جائیں گی اور سیکورٹی کی تمام تر ذمہ داریاں کٹھ پتلی افغان حکومت کے سپرد کردیں گی......لیکن اتنے سارے جانی مالی نقصانات اور دس سال کی محنت شاقہ کے بعد یوں آسانی سے وہ کب چاہیں گے کہ افغانستان کو چھوڑ دیا جائے......اس لئے وہ ایک بہت دور کی کوڑی لائے اور افغانستان پر اپنا تسلط برقرار رکھنے اور اس خطہ سے اپنے مفادات کے حصول کو یقینی بنانے کے لئے اوبامہ نے راتوں رات افغانستان میں سٹریٹیجک معاہدہ کی تحریر پر دستخط ثبت کر دیئے۔

امریکیوں کے ہاں یہ معاہدہ ایک بارآور اور بے شمار فوائد پر مشتمل معاہدہ ہے مثلاً اس معاہدہ کی رو سے ۲۰۱۴ کے بعد امریکن فوج اپنے اڈوں تک محدود ہوجائے گی۔جس سے امریکی فوج کی جانیں ضائع ہونے سے بچ جائیں گی اور ساتھ ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کو بھی رکھ سکیں گے۔البتہ اتنا ہے کہ امریکہ افغانوں کے ساتھ آمنے سامنے جنگ کے لئے مزدور افغان ملیشا کو استعمال کرے گا اور خود زیادہ تر کام ڈرون طیاروں سے لے گا تاکہ جانی اور مالی نقصانات کا گراف کم سے کم ہو۔

امریکا آنے والے یہ دس سال اپنے سٹریٹیجک مفادات تک رسائی کے لئے نئی فرصت جانے گا، طالبان کو کمزور کرنے، افغانستان پر اپنے قبضہ کو دوام بخشنے اور افغانستان میں موجود معدنیات کو ہڑپ کرنے کے لئے اپنی ساری انرجی استعمال کرے گا، وسطی ایشیاء کے تمام معدنیات تک رسائی کی انتھک کوشش کرے گا اور خطے کے ممالک مثلاً ایران، پاکستان، چین، روس حتیٰ کہ ہندوستان پر ڈراؤ دھمکاؤ میں اضافہ کرے گا اور اگر ہوسکے تو خطہ کے کئی جغرافیائی حدود میں قابل ذکر تبدیلیاں لاکر اپنے قبضہ کو وسعت دے گا اور مذکورہ ممالک کے قیمتی اثاثوں کو اپنے مفادات کے بھینٹ چڑھا دے گا۔

لیکن یاد رہے ! افغانستان کے باغیرت، باحمیت اور اسلامی تشخص سے مالا مال عوام کو امریکی غلام کٹھ پتلی صدر حامد کرزئی کا افغان سرزمین کو غیروں کے ہاتھ بیچنا ہرگز قابل قبول نہیں ہوگا اور وہ جان کی بازی لگا کر اس سودا بازی کو رد کردیں گے۔افغان عوام نے اپنے ملک وملت کی حفاظت تب بھی کی تھی جب وہ بالکل نہتے اور انتہائی حد تک غیر مسلح تھے اور اب جب کہ ان کے ہاتھوں میں طاقت اور قوت آگئی ہے......تو وہ بطریقہ اولیٰ واحسن اپنی مقدس سرزمین کو غیروں کے ناپاک قدموں سے پاک کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے اور گیارہ برس قبل صلیبی ٹولے کے خلاف شروع کئے گئے جہاد کو تب تک جاری رکھیں گے جب تک غاصبوں کے آخری فوجی کو اپنے ملک کی راہ نہ دکھائے۔

اس کے ساتھ ساتھ افغان ملت خطے کے دیگر ممالک سے بھی اپیل کرتا ہے کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے کل کے انتظار میں نہ بیٹھیں کہ یہ ایک حساس اور اس خونخوار غاصب کے خلاف کچھ کرنے کا وقت ہے......پس چاہئے کہ سب کے سب میدان میں نکل کر اس خطہ کو غاصب کے خونی پنجوں سے آزاد کرنے کے لئے اپنے تمام تر وسائل اور قوتیں بروئے کار لائیں۔کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

زمانہ ایک طرف سب ہوگیا ہے
ہمیں بھی مل کے اب رہنا پڑے گا

والسلام

امارت اسلامیہ کے ایک اہم عہدے پر فائز شخصیت

مولوی عبدالقدوس سے ایک ملاقات

ملاقات: حبیب مجاہد
ترجمہ: اکرم تاشفین

مولوی عبدالقدوس 28 سالہ نوجوان ہیں۔ بادغیس کے ضلع مقر کے رہائشی ہیں۔موصوف نے افغانستان اور پاکستان کے مختلف مدارس میں اپنی دینی تعلیم کی تکمیل کی۔اس کے ساتھ ساتھ افغانستان کے مختلف علاقوں میں جہاد کے مقدس میں حصہ بھی لیا۔

مولوی صاحب بادغیس میں امریکہ کے خلاف حالیہ جہاد کا احیاء کرنے والے عظیم مجاہد مولوی دستگیر صاحب رحمہ اللہ کے قریبی ساتھیوں میں سے ہیں۔جنہوں نے بہت سخت حالات میں خالی ہاتھوں مگر قوی ایمان کے ساتھ جہاد کا آغاز کیا۔

مولوی عبدالقدوس صاحب نے جہادی زندگی میں کچھ مدت تک بادغیس کے ضلع ''بوم'' میں ذمہ دار کی حیثیت سے کام کیا۔اور اب بادغیس ہی میں دھماکہ خیز مواد کی فراہمی اور فدائی حملوں کے ذمہ دار کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں۔مولوی عبدالقدوس صاحب سے ہماری ملاقات ہوئی جس میں بادغیس جیسے اہم جہادی سرزمین کے جہادی احوال کے متعلق بات چیت ہوئی جو افادہ قارئین کے لئے زیب قرطاس کی جاتی ہے:

سوال: محترم مولوی صاحب سب سے پہلے بادغیس میں جہاد کے آغاز کے متعلق ہمیں معلومات دیں، وہاں عملی جہاد کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟

جواب: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد:

آپ کے سوال کے جواب میں یہی کہوں گا کہ جب افغانستان کے اسلامی امارت پر امریکہ نے یلغار کر دیا تو ملک کے دیگر علاقوں کی طرح شمالی علاقے بھی طالبان کے کنٹرول سے نکل گئے۔اس وقت افغانستان کے دیگر خطوں کی طرح بادغیس میں بھی چوروں، ڈاکوؤں اور پرانے غنڈہ ٹیکس لینے والے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس مومن و مجاہد ملت پر مظالم ڈھانے شروع کر دیے۔یہ میرا اپنا ذاتی مشاہدہ ہے کہ 200 یا 300 کی تعداد میں یہ ڈاکو کسی گاؤں میں جاتے اور جس پر بھی شک گذرتا کہ وہ طالبان سے تعلق یا محض ہمدردی رکھتا ہے تو اس کا گھر لوٹ لیتے۔ویسے تو یہ بدمعاشوں کے ٹولے سب کچھ لوٹ کر لے جاتے مگر زیادہ کوشش ان کی یہ ہوتی کہ کوئی اسلحہ اور دھماکہ خیز مواد وغیرہ برآمد کر لیا جائے اور آلات حرب چھین کر آئندہ کے لیے مزاحمت کے قابل نہ چھوڑا جائے۔اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں اگر میں کہوں کہ سقوط کے چند سالوں بعد بادغیس میں ایسا کوئی بھاری یا ہلکا اسلحہ نہ رہا جس کو استعمال میں لا کر پھر سے جہادی عمل کا آغاز کیا جائے۔یہی وجہ تھی کہ امریکی تسلط کے بعد کئی سال تک بادغیس میں جہادی عمل کا آغاز نہ ہوسکا حالانکہ وہاں کے لوگوں میں جہادی جذبہ اور جہادی احساسات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں مگر جنگ کے لیے اسلحہ کی ضرورت ہوتی ہے۔اور وہاں ایسی کوئی چیز بچی نہیں تھی جس کو استعمال میں لایا جائے۔

2007 میں، میں اور بادغیس کے سابق جہادی مسئول مولوی دستگیر صاحب ہلمند میں پڑھتے تھے اور پڑھائی کے ساتھ ساتھ جہادی کار روائیوں میں بھی حصہ لیتے رہتے۔اس وقت تک بادغیس میں کوئی اہم جہادی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔اس وقت امارت اسلامی کی جانب سے مولوی عبدالرحمٰن حقانی صاحب بادغیس کے لیے ذمہ دار کی حیثیت سے متعین کیے گئے تھے۔ان کے ساتھ مشورہ کے بعد میں اور مولوی دستگیر صاحب افغانستان کے جنوب سے بادغیس کی طرف جہاد کی نیت سے روانہ ہوئے۔اس وقت ہم اس قدر کسمپرسی کا شکار تھے کہ سفر خرچ بھی راستہ ہی میں ختم ہوگیا بہر حال بادغیس پہنچ کر ہم نے بالا مرغاب کے ضلع سے کام کے آغاز کا فیصلہ کیا۔پہلی مرتبہ ہم اسلحہ کی تلاش میں بالا مرغاب کے ایک گاؤں ''پنیرک'' میں ایک پرانے جہادی کمانڈر کے پاس گئے کہ وہ اسلحہ کی فراہمی میں ہمارا تعاون کریں۔اللہ انہیں جزائے خیر دے۔انہوں نے ایک

کلاشنکوف ہمیں فراہم کیا۔ پھر اسی ضلع کے غورتو کے علاقے میں مولوی باز محمد صاحب نے ایک راکٹ دیا۔ اسی طرح وقت گذرنے کے ساتھ ہمیں کچھ اور ساتھی بھی مل گئے۔ ہم نے ان محدود وسائل سے جہاد کا آغاز کیا۔ جب ہمارے ساتھیوں کی تعداد 12 ہوگئی تب پہلی بار ہم نے دشمن کے این جی او کے سیکورٹی پر حملہ کیا تھا۔ اگلی رات ہم نے ''بالا مرغاب'' میں ایک حملہ کیا اور پھر مختلف چیک پوسٹوں پر حملوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ شروع میں ہم صرف رات کو کارروائیاں کرتے لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ہمیں مال غنیمت میں بہت سارا اسلحہ اور دیگر چیزیں ہاتھ آئیں۔ ہمارے ساتھیوں میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ ہم اسلحہ کے حوالے سے بھی ''خود کفیل'' ہونے لگے۔ یہاں بالا مرغاب کے قریب ایک پہاڑی علاقہ ہے جس کا نام ''حوض کبود'' ہے یہاں ہم نے ایک مرکز قائم کیا۔ بادغیس میں جب یہ بات مشہور ہوگئی کہ یہاں مجاہدین پیدا ہوگئے ہیں تو جس علاقے میں بھی ایسے لوگ تھے جو جہادی جذبہ اور شوق رکھتے تھے اور انہیں بس ایسی کسی اطلاع کا انتظار تھا وہ سب یہاں جمع ہونا شروع ہوئے۔ اس طرح مجاہدین کی قوت اور ان کے اسلحے میں اضافہ ہونے لگا۔ افرادی اور اسلحہ کی قوت میں اضافہ ہونے کے بعد ہم نے اپنی کارروائیاں دوسرے علاقوں جیسے ''مقر، درہ بوم'' وغیرہ تک پھیلا دیں اور کئی وسیع علاقے فتح کیے۔ اس وقت مولوی دستگیر شہید رحمہ اللہ ہمارے عمومی انتظامی کمانڈر تھے۔ اس طرح بادغیس سے ہمارے کام کا آغاز ہوا۔

دوسال بعد مولوی دستگیر صاحب ہرات کے ایک علاقے میں گرفتار ہو گئے، چھ ماہ دشمن کی قید میں رہے اور جب رہا ہو کر آئے تو بلا کسی وقفہ اور تعطل کے پھر سے کام کا آغاز کیا۔ ان کے کمان میں ہم نے ان دنوں بالا مرغاب ہی کے ایک علاقے ''اکازو'' میں وہ بڑا اور تاریخی معرکہ جیتا جس میں دشمن کی گاڑیوں اور اسلحہ کا ایک بڑا کانوائے ہمارے ہاتھ لگا۔ اس معرکے میں 45 گاڑیوں میں سے آدھی تعداد مجاہدین کے حملوں میں تباہ ہوگئی جبکہ بقیہ آدھی تعداد صحیح سالم ہمارے ہاتھ آئی۔ اس حملے میں دشمن کے کئی فوجی زندہ ہمارے ہاتھ آئے جبکہ اسلحہ تو اتنا ہمارے ہاتھ لگا کہ اب تک وہ اسلحہ ہمارے استعمال میں ہے۔ اس معرکے میں ہمیں درجنوں کی تعداد میں ہلکا اسلحہ، مارٹر، ہشاد و دوتوپ۔ دوشکے، ثقیل اور دیگر کئی قسم کا اسلحہ شامل تھا۔ اس فتح کے بعد اللہ کی نصرت سے بادغیس میں جہاد پوری قوت سے جاری ہے۔ اور پھر ایسا وقت بھی آیا کہ بادغیس کی سرزمین دشمن کے وجود سے پاک ہوگئی۔

موجودہ دور میں جو بادغیس میں جہادی عمل پوری قوت سے رواں دواں ہے سچ تو یہ ہے کہ یہ ان صاحب عزیمت متقدمین مجاہدین کی ہمت، اخلاص اور قربانیوں کی برکت ہے جنہوں نے سخت سے سخت حالات میں بھی اپنے عزائم کو متزلزل ہونے سے بچائے رکھا۔ اور آنے والے دور میں مجاہدین کے لیے ایک رہنما مثال چھوڑ گئے۔ ان لوگوں میں سے جو شہادت سے سرفراز ہو چکے ہیں مولوی دستگیر، مولوی اسماعیل، مولوی باز محمد، جمال الدین منصور، عبدالرحمٰن اخندزادہ، مولوی سید حکیم، ملا امرالدین، ملا فضل الدین، مولوی داؤد، مولوی عبدالرازق، سید علی شاہ آغا، ملا سورگل رحمہم اللہ اور کچھ دیگر مجاہدین کے نام قابل ذکر ہیں۔

سوال: بہت شکریہ محترم مولوی صاحب، بادغیس کے گذشتہ کئی سالوں کے جہادی سفر کے متعلق آپ نے بہت اچھی معلومات دیں۔ اگر ہم موجودہ حالات کی طرف آئیں تو بادغیس کے موجودہ حالات کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

جواب: الحمد للہ بادغیس میں جیسا کہ آپ کو معلوم ہوتا رہتا ہے مجاہدین کی کارروائیاں پوری قوت سے جاری ہیں۔ اس علاقے کے اکثر لوگ بالفعل یا بالقوہ مجاہد ہیں، عام لوگ جو مقامی بدمعاشوں اور غاصبوں کے مظالم سے تنگ آئے ہوئے تھے آج جہاد کے مقدس راستے کو نجات کا واحد راستہ سمجھتے ہیں۔ جہاد کی برکت سے بادغیس کا اکثر حصہ دشمن کے وجود سے

جب ایک امریکی فوجی نے مسجد کے اندر جھانک کر دیکھا تو اس نے اپنی پوری قوت سے امریکی فوجی کے چہرے پر درانتی سے وار کیا۔ امریکی فوجی کے چہرے سے خون کا فوارہ چھوٹ گیا۔ امریکی فوجیوں نے اسی وقت اس بچے کو گرفتار کرلیا چونکہ وہ بہت چھوٹا تھا اور گاؤں کے لوگوں نے بھی بہت زیادہ اصرار کیا تھا اس لیے اسے رہا کر دیا گیا۔

پاک ہو چکا ہے۔ بالا مرغاب، غورماچ، آب کمری، سنگ آتش، مقر، قادس، جوند اور درہ بوم سمیت تمام اضلاع میں عملاً مجاہدین کی حکومت ہے۔ اکثر اضلاع میں دشمن کا وجود محض مرکز اور اس کے نواح تک محدود ہے۔ اگر اعداد وشمار سامنے رکھ کر بات کریں تو ہماری گنتی کے مطابق بالا مرغاب میں 1050، غورماچ میں 500 اور درہ بوم میں 419 مسلح مجاہدین جنگ کے لیے ہر وقت تیار بیٹھے ہیں۔ اسی طرح بقیہ اضلاع میں بھی علاقے کی

ضرورت کے مطابق ہماری تشکیلیں جاری ہیں۔ ان مجاہدین کے علاوہ ہمیں پورا یقین ہے کہ ضرورت پڑنے پر پورا بادغیس ہمارے ساتھ ہوگا۔ بادغیس کا صرف ایک علاقہ ایسا ہے جہاں جہادی کارروائیاں کمزور ہیں وہ بادغیس صوبے کے مرکز ''قلعہ نو'' کا علاقہ ہے۔ اب تک اس علاقے میں مجاہدین نے ایسی کوئی قابل توجہ کامیابی حاصل نہیں کی۔ مجاہدین کو ایسے کسی موقع کی تلاش ہے کہ جس میں اس اہم علاقے تک کارروائیاں پھیلائیں۔

سوال: اکثر شمالی اور شمال مغربی صوبوں میں دشمن نے کئی بار یہ کہا ہے کہ گذشتہ سال کے منظم آپریشنوں، جاسوسی نظام اور کرائے کے پولیس کے ذریعے وہاں سے مجاہدین کی جماعتوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ اس کے متعلق اگر ہمیں معلومات دی جائیں کہ بادغیس کے متعلق دشمن کی یہ بات کہاں تک درست ہے تو بڑی مہربانی ہوگی۔

جواب: یہ حقیقت ہے دشمن نے دیگر شمالی صوبوں کی طرح بادغیس میں بھی یہ سب کارروائیاں کیں مگر مقامی لوگوں کا تعاون نہ ہونے کی وجہ سے دشمن کے یہ سب پروگرام ناکام رہے۔ دشمن کے وسیع ہوائی اور زمینی آپریشن کے مقابلے میں شاید مجاہدین نے وقتی طور پر کوئی علاقہ خالی کرایا ہوگا مگر اس طرح سے علاقہ خالی کرنا گوریلا جنگوں میں معمول کی چیز ہے۔ اسے تکنیکی شکست کہا جاتا ہے مگر مجاہدین واپس ان علاقوں کی طرف گئے ہیں اور دشمن بڑے مالی وجانی نقصانات اٹھانے کے بعد ان علاقوں سے واپس نکلنے پر مجبور ہوا ہے۔ مثال کے طور پر ''درہ بوم'' کے مضافات میں واقع ''نخچیر ستان'' ایک پہاڑی اور اسٹریٹجک اہمیت رکھنے والا علاقہ ہے۔ جو بادغیس کے کئی اضلاع کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ دشمن نے کچھ مدت پہلے اس علاقے میں نہایت سخت کارروائیاں کیں اور فضائی وزمینی کارروائیوں کے بعد یہاں چیک پوسٹیں قائم کیں اور تقریباً 200 اہلکار اس میں ڈال دیے۔ مگر چند دن بعد جب ان کا آپریشن ختم ہوا تو مجاہدین نے ایک دن اچانک گروپ حملہ کر دیا۔ اس حملے میں 300 کے قریب مجاہدین شامل تھے۔ اس حملے میں مجاہدین نے دشمن کے سارے چیک پوسٹوں کا خاتمہ کر دیا۔ دشمن کی فوج میں سے کچھ تو موقع پر ہلاک ہوئے جبکہ کچھ اہلکاروں نے بھاگ کر جان بچائی، اور کچھ بم حملوں میں اڑ گئے۔ اب یہ علاقہ دشمن کی تسلط سے پوری طرح آزاد ہے۔ اسی طرح دیگر جن علاقوں کے مضافات میں دشمن نے چیک پوسٹیں قائم کی ہیں ان کو رسد کی فراہمی ان کے لیے مسئلہ بن گیا ادھر ان کے یومیہ اخراجات پہلے سے بھی زیادہ بڑھ چکے ہیں۔ اس لیے پے در پے ان علاقوں سے دشمن کا انخلا جاری ہے۔ جو لوگ گذشتہ سال کے سخت آپریشن کے دوران دشمن کی صف میں کھڑے ہو گئے تھے اب واپس ہتھیار ڈال کر مجاہدین کی صفوں میں آرہے ہیں۔ جیسا کہ اس سال جمادی الاولی کے آخری دنوں میں ضلع ''قادس'' میں دشمن کے 50 افراد نے اجتماعی طور پر مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ اس طرح کے واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ دشمن کی ساری کوششیں ناکام ہو رہی ہیں۔ انتظامی طور پر ان کو کوئی کامیابی نہیں ملی ہے۔ اب محض ریڈیو کے ذریعے جھوٹا پروپیگنڈا ہی ان کے پاس واحد طریقہ رہ گیا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے گرے ہوئے مورال کو اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

سوال: محترم مولوی صاحب: بادغیس میں مجاہدین کی مزید فعالیت کے متعلق اگر کوئی مشورہ اور خیال آپ کے ذہن میں ہو تو امید ہے آپ ہمارے ساتھ شریک کریں گے۔

جواب: پورے افغانستان کی طرح بادغیس میں بھی مجاہدین نے گذشتہ چند سالہ جہاد میں بڑی بے مثال قربانیاں دی ہیں۔ بہت سے خواب غفلت سے بیدار کرنے والے ہنگامہ خیز حماسی ترانے دنیا کو دیے اور اسلامی تاریخ میں شاندار اور رہنما یادگاروں کا اضافہ کیا، نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مجاہدین کی یہ شجاعت بھری داستانیں یوں ہی پڑی رہ جاتی

ہیں اور اکثریت کا تو کسی کو علم بھی نہیں ہوتا۔ میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر افغانستان کے طول عرض سے اس رواں حالیہ جہاد میں مجاہدین کی دی ہوئی قربانیوں اور ان کے کارناموں کو جمع کیا جائے تو یہ اسلامی تاریخ کا ایک درخشندہ اور بے مثال باب ہوگا۔ آپ نے مجھ سے اس بارے میں جو سوال کیا ہے تو میں اس حوالے سے بطور مثال ایک بچے کا واقعہ سناتا ہوں جس سے ایک 12 سالہ بچے کی ملی غیرت اور جہادی جذبے کا پتہ چلتا ہے۔

کچھ عرصہ قبل بادغیس میں ضلع ''درہ بوم'' میں امریکیوں نے آپریشن کا آغاز کیا۔ امریکیوں نے اس ضلع کے ایک علاقے ''کالبچی'' میں تلاشی کے لیے داخل ہوئے۔ اس گاؤں میں ایک مسجد ہے جس کے امام مولوی پیر محمد صاحب کے نام سے موسوم ایک معروف بزرگ اور معمر عالم دین ہیں۔ ان کے ساتھ چند طالب بچے بھی اس مسجد میں رہتے تھے، جن کو وہ دینی کتابیں وغیرہ پڑھاتے تھے۔ جب اس علاقے اور گاؤں میں امریکی آئے تو اس مسجد کے ایک 12 سالہ طالب علم نے جو بڑی مدت سے امریکا کے خلاف جہاد کا جذبہ دل میں رکھتا تھا اس موقع کو غنیمت سمجھا اور گھاس کاٹنے والی ایک درانتی لے کر مسجد کے دروازے کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ جب ایک امریکی فوجی نے مسجد کے اندر جھانک کر دیکھا تو اس نے اپنی پوری قوت سے امریکی فوجی کے چہرے پر درانتی سے وار کیا۔ امریکی فوجی کے چہرے سے خون کا فوارہ چھوٹ گیا۔ امریکی فوجیوں نے اسی وقت اس بچے کو گرفتار کرلیا چونکہ وہ بہت چھوٹا تھا اور گاؤں کے لوگوں نے بھی بہت زیادہ اصرار کیا تھا اس لیے اسے رہا کردیا گیا۔ اس طرح کے کئی واقعات پیش آئے ہیں۔ میرے خیال میں سمجھنے کے لیے یہی مثال کافی ہوگی۔

سوال: مولوی صاحب ایک عام سے سوال کی طرف آتے ہیں۔ یہ ہمارا آخری سوال ہے چند دن قبل رواں سال کے دو مئی کو کابل حکومت نے امریکہ کے ساتھ سٹریٹجک معاہدہ کیا جس کے متعلق اب تک تبصرے جاری ہیں، بادغیس کے ایک مجاہد کی حیثیت سے اس موضوع پر آپ کیا کہنا چاہیں گے؟

جواب: کرزئی کی جانب سے دو مئی کو اوباما کے ساتھ سٹریٹجک تعاون کا جو معاہدہ ہوا اس واقعے کے بعد 5 مئی کو امریکیوں نے بادغیس کے ضلع مرغاب کے ایک علاقے ''منگام'' میں خانہ بدوشوں کے ایک خیمے پر بے رحمانہ بمباری کردی جس میں 14 خواتین اور بچے شہید جبکہ 4 افراد زخمی ہوگئے۔ یہ واقعہ میرے اور میرے جیسے دیگر کئی لوگوں کے ہاں کرزئی کے سٹریٹجک معاہدے کی پہلی کامیابی ہے۔ اس معاہدے کے بعد کرزئی نے اعلان کیا کہ غیر ملکی افواج کا افغانستان پر تسلط اب قانونی ہوگیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بادغیس کے خانہ بدوشوں پر بے رحمانہ بمباری کو بھی ایک قانونی کام سمجھیں گے۔

میری نظر میں یہ معاہدہ کوئی معنی نہیں رکھتا اس لیے کہ امریکا اس معاہدے سے قبل طاقت کے بل بوتے پر اس سرزمین پر اترا ہے، کرزئی امریکا کا کٹھ پتلی ہے اور جب تک امریکا یہاں ہے صورتحال یہی رہے گی۔ اس معاہدے کے ذریعے کابل حکومت نے اپنی اصلیت افغان عوام کو دکھا دی۔ اور اس بات کا اعلان کردیا کہ وہ اس حد تک بدفطرت ہیں کہ سٹریٹجک تعاون کے نام پر افغانستان کو بیچ بھی سکتے ہیں۔

میری سوچ کے مطابق افغانستان ایک مجاہد، مومن اور استقلال پسند ملت ہے۔ اس سرزمین میں جہادی جذبہ زندہ اور تابندہ ہے۔ یہ ملت اب بھی یہ صلاحیت رکھتی ہے کہ ایک غاصب دشمن سے اپنی آزادی واپس چھین کر حاصل کرلے۔ کرزئی کبھی بھی اس مجاہد مٹی کا حقیقی روحانی فرزند اور نمائندہ نہیں ہوسکتا۔ یہ معاہدہ آقا اور غلام کے آپس کا معاملہ ہے جسے عوام کے سامنے لایا گیا۔ افغانوں کو اس کے متعلق زیادہ فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔

شکریہ محترم مولوی عبدالقدوس صاحب آپ کا بھی بہت بہت شکریہ ہمیشہ کامیاب و کامران رہو۔

☆......☆......☆

سٹراٹیجک معاہدے کی آڑ میں خطرناک امریکی اہداف

استاد شپونکے

[ا] پچھلے چند سالوں سے امریکہ کے افغانستان میں بنائے ہوئے اپنی کھٹ پتلی حکومت کیساتھ اسٹراٹیجک معاہدے کی باتیں چل رہی ہیں، اور اسی معاہدے کو سامنے لانے کے لئے امریکہ اور اس کی کھٹ پتلی حکومت عوام کی ذہن سازی کے لئے کام کر رہی ہے۔ باقی اس معاہدے کی حقیقت کیا ہے، اس سے کون سے اہداف کا حصول مطلوب ہے نیز آنے والے وقتوں میں افغان قوم اور افغانستان پر اسکے کیا اثرات مرتب ہوں گے اسی تناظر میں قارئین کی خدمت میں چند سطریں پیش کرتے ہیں، امریکہ چاہتا ہے کہ پوری دنیا اسکی زیر نگین ہو۔ اس وجہ سے اس نے دنیا بھر میں اپنی فوج کو پھیلایا ہوا ہے، اور اس طرح وہ پوری دنیا کے اقتصادی، معاشرتی، تعلیمی، فوجی اور اجتماعی امور مین مداخلت کر رہا ہے۔ وہ اس بات کو برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی ملک اس کے مثبت یا منفی اثرات سے محفوظ رہے اسی مقصد کے لئے امریکہ نے آٹھ سو پینتالیس سے زیادہ فوجی اڈے بنائے ہوئے ہیں جن میں اس نے لاکھوں فوجی رکھے ہوئے ہیں اور ہر سال ان پر کئی ملین ڈالرز خرچ کر رہا ہے۔ امریکہ نہ صرف یہ کہ اپنی فوج جنگی بیڑوں اور سیٹلائٹس کے ذریعے دنیا بھر پر تسلط حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے، بلکہ اس نے ہزاروں غیر فوجی ملکی اور غیر ملکی اداروں کو بھی اسی کام پر لگایا ہوا ہے کہ وہ ہر صورت میں امریکہ کی فوجی، اقتصادی، اور سیاسی تسلط کیلئے کام کریں۔

گزشتہ صدی میں افغانستان دنیا بھر میں ایک اہم خطے کے نام سے متعارف ہوا ہے۔ نیز اسکی وجہ سے ساری دنیا میں سیاسی طور پر تغیر آیا ہے۔ جیسا کہ برطانیہ کو شکست دے کر زوال پذیر کرنا، روسیوں اور ان کی دیگر اتحادیوں کو زوال سے دوچار کرنا۔ اسی طرح یہ وہ پہلی اسلامی مملکت ہے جس نے امریکہ سمیت پوری مغربی فوجی قوت اور ناٹو کے خلاف مسلح جہاد کا آغاز کیا۔ اسٹراٹیجک اعتبار سے بھی افغانستان کی بڑی اہمیت ہے اور آنے والے دنوں میں یہ مزید بڑھے گی، ان سارے اہمیتوں کی وجہ سے امریکہ نہیں چاہتا کہ افغانستان اس کے تسلط سے باہر رہے، اسی وجہ سے وہ اس خطے میں اپنے لاکھوں فوجیوں کو لیکر آیا اور سینکڑوں ملین ڈالرز اس نے افغانستان میں خرچ کئے، نیز اپنے مفادات کی تحفظ کے لئے اس نے سینکڑوں سیاسی اور انتظامی قسم کی ترتیبات تشکیل دیں اور بہت ساری جماعتوں اور اتحادیوں کو سامنے لیکر آیا اور یہاں ایک خوفناک لڑائی کا آغاز کیا، اس لڑائی میں امریکہ کو شکست کا سامنا ہے۔ لیکن وہ چاہتا ہے کہ اپنے طویل المدت مفادات کی تحفظ کے لئے وہ لڑائی کی شکل تبدیل کر کے اسے ایک نیا رنگ دے، اور ایک اور مناسب طریقہ سے یہاں اپنی موجودگی کو دوام بخشے، اسٹراٹیجک معاہدے کی آڑ میں یہاں اپنی فوجی موجودگی کو جواز فراہم کرے۔

اسٹرائیجک معاہدے کے اصل اہداف:

پہلا ہدف: وسطی ایشیاء اور بحیرہ کیسپین میں تیل کی منتقلی کے لئے راستہ کو پرامن بنانا۔

امریکہ مین تحقیقی ادارے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ امریکہ اور پورے مغرب کو اپنی توانائی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مغرب کے علاوہ دنیا کے دیگر مقامات میں انرجی کی تلاش کرنا ہوگی اور وہاں کسی بھی طریقے سے انہیں پہنچنا ہوگا اور یہ سب کچھ اس وجہ سے کرنا ضروری ہے کہ ایک طرف عرب علاقوں میں زیر زمین تیل سوکھ کر ختم ہوتا جا رہا ہے، تو دوسری طرف عرب کی سیاسی، فوجی،، امن وامان اور معاشرتی حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ اب وہ مزید امریکہ کی سیاسی چالوں کے لئے موزون نہیں رہے گا اسی وجہ سے مغرب چاہتا ہے کہ وہ عرب کے تیل پر اپنا تکیہ کم کر دے اور وسطی ایشیاء اور بحیرہ کیسپین کے تیل کی کنوں پر آنے والے وقتوں مین اپنا قبضہ مستحکم کر دے۔ یہی خطہ امریکہ کی نظروں میں اس وجہ سے کھٹک رہا ہے کہ وہ

ایک طرف اپنے تیل کے لئے مارکیٹ پیدا کرنا چاہتا ہے اور دوسری بات یہ ہے اس خطہ میں ابھی تک امریکہ اور مغرب سے نفرت اس نہج تک نہیں پہنچی جیسا کہ دیگر اسلامی اور عربی خطوں میں موجود ہے۔ لیکن اس خطہ کا سب سے مختصر اور آسان ترین راستہ افغانستان سے گزرتا ہے چنانچہ امریکہ اور دیگر مغربی ممالک اپنے لئے اس راستہ کو پرامن بنانا چاہتا ہے تاکہ ان کے بیڑے پہنچانے پر سرمایہ اور تیل کی ضرورت کسی خطرے سے دوچار نہ ہو اسی وجہ امریکہ اور پورے مغرب نے پہلے افغانستان پر یلغار کرکے وہاں اپنی جنگ کو قانونی جواز فراہم کرنے کے لئے اپنی ایک کھٹ پتلی حکومت قائم کی اور پھر اس کے ساتھ دائمی اور طویل المدت فوجی معاہدے کرکے وہاں اپنی فوجی موجودگی کو ممکن بنایا تاکہ اپنی فوجی موجودگی کے بل بوتے پر اپنی سیاسی اور اقتصادی فوجی مقاصد کی نگرانی اور حفاظت کر سکیں نیز اپنی فوجی قوت کے بل بوتے پر یہاں کی حکومت سے یہ بات منوائے کہ وسطی ایشیاء اور بحیرہ کیسپین کا یہ مذکورہ راستہ ان کے اپنے من پسند شرائط کے مطابق طے ہوا، اور کسی وقت بھی اگر ان مقاصد کو خطرات درپیش ہو تو امریکی اپنے فوجی اڈوں کے ذریعے اس خطرے کا سدباب کر سکیں، امریکہ اس راستہ کو پرامن رکھنے کے لئے اتنے بھاری مصارف اس وجہ سے برداشت کر رہا ہے کہ مغرب کے پاس انرجی اور توانائی حاصل کرنے کے لئے ابھی تک تیل کا متبادل کوئی ایندھن نہیں ہے۔ چنانچہ اس خوف سے کہ کہیں ان کا نظام ٹھپ ہوکر نہ رہ جائے وہ ہر قیمت پر توانائی کے ان ذخائر اپنا قبضہ مکمل جمانا چاہتا ہے یا اسے اپنے دسترس مین لانا چاہتا ہے اور اگر راستے میں اسے کسی ملک کے ساتھ جنگ کرنا پڑے اور قوموں کو تباہ برباد کرنا پڑے تو وہ اس سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔

دوسرا ہدف: افغانستان میں ایک حقیقی اسلامی حکومت کے قیام کی راہ مین رکاوٹ پیدا کرنا۔ پورا مغرب اور امریکہ اس نتیجے تک پہنچا ہے کہ آنے والی لڑائی صرف اسلام کیساتھ ہوگی کیونکہ کیمونزم تو دنیا سے ناپید ہو چکی ہے، جبکہ باقی ممالک اور مغرب کیساتھ تصادم نہیں چاہتے کیونکہ مغرب کیساتھ ان کے دینی، قومی اور معاشرتی مفادات وابستہ ہیں۔

یہ صرف اسلام ہی ہے جو مغرب کے ساتھ ٹکر لے سکتا ہے، کیونکہ اسلام وہ واحد دین ہے جو مغرب کی پیروی کو نہیں مانتا اور نہ ہی مغرب کیساتھ اس کی کوئی فکری روایتی اور اجتماعی تعلق ہے۔ مغرب کے خلاف مسلمانوں کی فوجی، نظریاتی، سیاسی اور اقتصادی مقابلے کے لئے کوئی ایسا ملک یا ممالک ہونے چاہیں جہاں اسلام کی حکمرانی ہو وہ اسلام سکی اور حاضر جس کی کفریہ طاقتوں جیسے جمہوریت، لیبرل ازم اور ان جیسے خرافات کیساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ افغان قوم مغرب کی جاہلیت کے زہر سے کوسوں دور رہے، اسلام ان کا ایک فطری دین ہے۔ نیز دین کے لئے ہر قسم کی جانی اور مالی قربانی جہاد، ہجرت اور شہادتوں کا انہیں ایک وسیع تجربہ ہے۔ جس وقت طالبان نے افغانستان میں کئی قسم کے مشکلات اور وسائل کی کمی کے باوجود اسلامی شریعت نافذ کی تو اسلامی دنیا کو یہ پیغام دیا کہ مسلمانوں کے ہر قسم کے مسائل کا واحد حل شریعت کے نفاذ میں مضمر ہے چنانچہ دنیا بھر کے مسلمان بھی اس طرف متوجہ ہوئے کہ ہمیں بھی اپنے ممالک میں مغرب کے سیاسی اور فکری تسلط سے آزاد اسلامی شریعت نافذ کر دینی چاہیے یہی وجہ تھی کہ مغرب افغانستان میں صحیح معنوں میں قائم اس اسلامی حکومت سے خوفزدہ ہوا اور اس کے خلاف ایک بے رحم اور جابرانہ جنگ کا آغاز کیا جو ابھی تک جاری ہے اور وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ اپنی جنگ کے طریقے اور شرائط کو تبدیل کر رہا ہے تاکہ اپنی جنگ کے تاثیر کو باقی رکھ سکے چنانچہ امریکہ اور کابل حکومت کے درمیان مذکورہ اسٹراٹیجک معاہدے میں جاری جنگ کو ایک نئی شکل دینا ہے اور ان کا اصل ہدف یہ ہے کہ مجاہدین ہرگز ایک اسلامی حکومت بنانے میں کامیاب نہ ہو پائیں جو مغرب کی غلامی اور زہریلے اثرات سے آزاد ہو دور حاضر میں یہ بات آفتاب کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ اسلامی حکومت کا قیام صرف جہاد کے راستے سے ممکن ہے اور یہ بھی اس وقت جب باطل حکومت ختم کرکے اس کی جگہ ایک اسلامی حکومت قائم کی جائے نہ یہ کہ باطل کے نظام اور نظریات کے ساتھ سمجھوتہ کیا جائے جیسا کہ مصر میں آج کل اخوان المسلمین والے چاہتے ہیں۔

تجربے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جمہوریت اپنانے انتخابی ڈرامے رچانے اور سیکولر قوتوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے نیز صرف مروجہ دعوت وتبلیغ کے راستے سے ایک اسلامی نظام قائم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ تجربہ بارہا اسلامی ممالک میں ناکام ہو چکا ہے اور کسی طور پر اس کی کامیابی

ممکن نہیں اور یہ اس وجہ سے کہ ایک اسلامی نظام میں صرف مسلمان ہی حاکم ہوسکتا ہے جبکہ سیکولر اور بے دین طبقہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمان حاکم ہو اور مغرب بھی اپنے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ ان بے دین طبقہ کی پشت پر کھڑا ہے۔ اور وہ یہ نہیں چاہتا کہ افغانستان پر اسلامی نظام کا راج ہو بلکہ مغرب ایک حقیقی اسلامی نظام جس کی بنیاد وحی الٰہی مسجد ومحراب پر ہونے کی بجائے مغربی طرز کے ایک نام نہاد سیکولر اسلامی حکومت جیسا کہ ترکی اور دیگر ممالک کی طرح ایک حکومت قائم کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ اس کو ایک نمونے کے طور پر پیش کرسکیں۔

تیسرا ہدف: سیکولرازم، لیبرل ازم اور نصرانیت کی حمایت اور تعاون امریکہ نے افغانستان آنے کے ساتھ ہی گزشتہ دس سالوں میں اپنی موجودگی کو دوام بخشنے کے لیے سیکولر مغرب زدہ اور آزاد اور بد دین طبقہ کی پشت پناہی شروع کردی اور ان کی مدد سے سینکڑوں ملکی اور غیر ملکی اداروں کو سیاسی، تعلیمی اور دیگر میدانوں میں داخل کرایا تاکہ وہ افغان قوم کو دین سے دور کر کے سیکولر بنائے اور اس طرح اس کو مغرب کی راہ پر گامزن کرے چنانچہ امریکہ اس قسم کی تنظیموں پر سینکڑوں ملین ڈالرز خرچ کر رہا ہے تاکہ وہ افغان قوم کو بے دین بنانے میں کامیاب ہو جائے لیکن یہ تنظیمیں ابھی تک اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہوئیں کیونکہ افغان قوم اچھی طرح جانتی ہے کہ یہ لوگ اغیار کے ایجنٹ ہیں چنانچہ اب امریکہ کو یہ خوف لاحق ہونے لگا ہے کہ کہیں یہ تنظیمیں معدوم ہو کر ان کا لگایا ہوا بھاری سرمایہ ضائع نہ ہو جائے چنانچہ امریکہ اب اسی وجہ سے اسٹراٹیجک معاہدے کی آڑ میں افغانستان میں اپنی فوجی موجودگی پر اصرار کر رہا ہے تاکہ وہ اپنے سیاسی اور تعلیمی معاشرتی اور نظریاتی پالیسیوں کو تقویت فراہم کرے اور ان کے لیے ایک مناسب ماحول مہیا کرے نیز آنے والے زوال سے بھی اپنے آپ کو بچائے جس کے لیے وہ افغانستان پر حملہ آور ہوا تھا۔ امریکہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اسلامی دنیا میں افغان وہ واحد قوم ہے جو ابھی تک مغرب کے رنگ میں نہیں رنگی اور ابھی تک اپنے دین پر ثابت قدمی کے ساتھ ڈٹی ہوئی ہے نیز ان میں یہ خصوصیت بھی ہے کہ وہ ہر حملہ آور کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ امریکہ مذاکرات کے لیے اپنے بنائے ہوئے قانون اور خواتین کے حقوق پر زیادہ زور دے رہا ہے اور چاہتا ہے کہ گزشتہ دس سال میں ان کی طرف سے بنائے ہوئے تمام قوانین کو ضمانت وتحفظ حاصل ہو جائے کیونکہ موجودہ قوانین جن میں کفر واسلام کو خلط ملط کیا گیا ہے افغانستان میں امریکہ کی موجودگی اور ان کے مقاصد کے حصول میں معاون بن رہے ہیں۔

ان سب کچھ کے ساتھ ساتھ امریکہ نے افغانستان میں مسیحیت کو بھی متعارف کروایا اور پرانے کیمونسٹوں اور دیگر اقلیتی گروہوں کو بھی نصرانی بنایا نیز اپنے مسیحی دین کے اظہار کی جرأت بھی دلوائی اور ان پر کئی ملین ڈالر خرچ کئے اور ان کی حمایت میں امریکہ نے اسٹراٹیجک معاہدے میں افغانستان کو ایک کثیر الادیان ملک متعارف کروایا اور اس کے لیے ہر قسم کے وسائل مہیا کئے چنانچہ اپنے فوجی اڈوں کے اندر علی الاعلان اور ملک کے دیگر شہروں میں ان کے لیے خفیہ کلیسائیں بنائیں اور دنیا بھر کے کلیساؤں کو ان کی مدد کے لیے بلایا جو مختلف ممالک میں سرگرم عمل ہیں۔

مسیحیت کو افغانستان میں مزید فعال بنانے کے لئے بھی امریکہ اس اسٹراٹیجک معاہدے میں ایک طویل عرصے تک افغانستان میں اپنی موجودگی پر اصرار کر رہا ہے اور کابل کی بے اختیار حکومت کو اس پر مجبور کردیا ہے۔

چوتھا ہدف: ایک ایسی اسلام دشمن فوج بنانا جو مغرب کی مفادات کی نگہبانی کرسکیں۔

اسلامی دنیا سے حقیقی اسلام کو مٹانے اور ان کی نظام زندگی سے شریعت کو نکالنے اور ان کی بجائے دینی قوتوں کو آگے لانے کے لئے مغرب کا سب سے خطرناک ترین منصوبہ ایک سیکولر اور بے دین فوج بنانے اور ان کی سرپرستی کر کے انہیں اقوام متحدہ کی دنیا بھر میں فوجی معاہدون میں شامل کرنا ہے تاکہ کل اس بہانے امریکہ اور نیٹو کے لئے دوبارہ ہر وقت مداخلت آسان ہو، نیز اپنے ان سیکولر خبروں کے ذریعے مسلمانوں کو ان کی شریعت سے محروم کر کے انہیں مغرب کی غلامی پر مجبور کرسکیں، اس سے پہلے گزشتہ عرصہ میں افغانستان کو ان ناپاک سیکولر فوج کے وجود سے پاک کیا گیا تھا اور ان کی جگہ ان پاکباز لاکھوں مجاہدین نے لے لی تھی جو اسلام کے نفاذ اور آزادی کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار تھے، لیکن یہ بات امریکہ ہرگز برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

اسی وجہ سے اس نے حملہ کے ساتھ ہی یہاں ایک غلام بے ضمیر فوج

بنانے کی کوشش شروع کر دی تا کہ وہ مجاہدین کیخلاف لڑیں ،اسی فوج کو بنانے کے لئے امریکہ نے اپنا فوجی بجٹ سے کئی ملین ڈالران پر خرچ کئے ، امریکہ نے اپنے اس غلام اور بے غیرت فوج کو قومی فوج کا نام دیا اور قوم کے کچھ نوجوانوں کو ڈالروں کی لالچ میں اس میں شامل کر کے مجاہدین کے خلاف لاکھڑا کر دیا۔لیکن بنیادی سوال یہ ہے کہ کس طرح کی قومی فوج ہوگی جس میں مندرجہ ذیل خبیث صفات پائی جائیں۔

[۱]حملہ آور اور قابضین کی طرف سے تشکیل کردہ فوج۔[۲]ان کے افسران کا انتخاب حملہ آوروں کی طرف سے ہوتا ہے [۳]اسلحہ ان کو انہی سے ملتا ہے[۴]انہی کی طرف سے ان کو ہدف متعین کر کے دیا جاتا ہے[۵]حملہ آوروں کی فوجی حمایت سے یہ فوج اپنی ہی قوم کے خلاف لڑ رہی ہے[۶]ان کی تنخوائیں ان ہی سے ملتی ہیں[۷]یہ فوج حملہ آوروں کے زیر کمان ان کے فوجی اڈوں میں رہ رہی ہے۔[۸]اور انکی مسلسل نگرانی کی جارہی ہوتی ہے کہ کہیں وہ مجاہدین کہ ساتھ مدد اور تعلق تو نہیں رکھتے۔ ایک فوج جو اس حد تک غلامی میں ڈوبی ہوئی ہو تو وہ کس طرح قومی فوج شمار ہوسکتی ہے بلکہ اصل میں یہ صلیبیوں کا وہ اتحادی ٹولہ ہے جو ان کے مفادات کی خاطر اپنی ہی قوم اور دین کیخلاف لڑ رہا ہے۔لیکن چونکہ ابھی تک یہ فوج اس حد تک مضبوط نہیں ہوئی کہ وہ مجاہدین کا مقابلہ کر سکے اسی وجہ سے امریکہ اپنے اس اسٹراٹیجک معاہدے میں ان کو قوت پہنچانے کے لئے افغانستان ہی میں اپنی فوجی موجودگی کے دوام پر اصرار کر رہا ہے۔

پانچواں ہدف: خطے کے مسلمان ممالک کی تباہی اور ان کے درمیان سیاسی اور فوجی اتحاد میں رکاوٹ پیدا کرنا امریکہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اس خطے میں موجود ممالک کی تمام آبادی مسلمان ہے جن کے درمیان دین ،زبان اقتصادی اور معاشرتی روایات مشترک رہی ،اور ساتھ ہی سب کیساتھ مغرب کی دشمنی بھی ہے تو یہ وہ مشترکہ نکات ہیں جو انہیں آپس میں اتحاد واتفاق پر آمادہ کر سکتی ہیں ، نیز یہی مسلمان قومیں ایسے قوانین اور معاہدات سامنے لاسکتے ہیں جن کی وجہ سے ان میں باہمی اتحاد پیدا ہو جائے اور ان میں سیاسی اور فوجی طور پر اتحاد پیدا ہو جائے۔ نیز مناسب شرائط کی بنیاد پر ان سب ممالک کا ایک فوجی، سیاسی اور اقتصادی بلاک بھی وجود میں آسکتا ہے، چنانچہ امریکہ اس خطے میں اس قسم کی صورتحال پیش آنے سے خوف زدہ ہے،اور ان کا یہ خوف مزید بڑھ جاتا ہے جب وہ لکھتا ہے کہ عرب میں عوام نے انقلاب کے ذریعے امریکی غلام حکمرانوں کا تختہ الٹ دیا ہے، اسی وجہ سے امریکہ نے افغانیوں کے لئے اپنے پڑوسیوں سے خطرہ پیدا کر دیا اور اس بہانے اپنی صلیبی فوج کو ان کے نجات دہندہ کے طور پر متعارف کرایا اور اس ساری صورتحال میں کہ امریکہ نے اپنے ملک پر حملہ کیا اور اب ہمیں مار رہے ہیں ہمارے دین کی توہین کر رہے ہیں بلکہ یہی مغربی قابضین اور ان کے زرخرید غلام ہیں جو افغانیون کے سامنے ان کے پڑوسیوں کو بطور دشمن متعارف کراتے ہیں تا کہ خطے کے پڑوسی ممالک آپس میں ایک دوسرے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اس طرح ان میں اتحاد پیدا نہ ہو سکے۔اسی وجہ سے تو امریکہ اس بات کی اجازت نہیں دے رہا کہ خطے کے ممالک آپس میں قومی اقتصادی تعاون جاری رکھیں جس کی واضح مثال ایران پاکستان گیس معاہدہ ہے لیکن امریکہ اس کی مخالفت کر رہا ہے۔اس کے ساتھ امریکہ افغانستان میں مغرب زدہ طبقہ اور اقلیتوں اور ان کے کاسہ پرور لیڈروں کو خطے کے ممالک میں اتحاد سے روکنے کے لئے ان کی بھرپور مدد کر رہا ہے ان کے ذریعے مسلسل دشمنی کی آگ بھڑکا رہا ہے۔امریکہ نے ان اسلامی ممالک میں باہم سیاسی ،فوجی اور اقتصادی اتحاد میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے اس اسٹراٹیجک معاہدے میں اپنی موجودگی کو جواز فراہم کیا تا کہ وہ ہمیشہ کے لئے ان ممالک کو اپنے زیر نگین رکھ سکیں،اور اپنی مکاری اور شیطانی سے ان میں اتحاد نہ ہونے دے۔ یہ چند وہ اہم ترین اہداف تھے جن کے حصول کے لئے امریکہ افغانستان میں اپنی مستقل موجودگی پر اصرار کر رہا ہے اور اس اسٹراٹیجک معاہدے کے ذریعے اس کو جواز فراہم کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن اصل بات یہ ہے افغان کسی صورت میں بھی اپنی پاک سرزمین پر غیر ملکی فوج کو برداشت نہیں کر سکتے اور ان کے آخری فوجی کے نکلنے تک ان کیخلاف جہاد جاری رکھیں گے تاریخ بھی اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ افغان قوم نے کبھی بھی اپنی غیرت وحمیت کا سودا نہیں کیا۔

☆......☆......☆

معروف علمی و جہادی شخصیت اور صوبہ نورستان کے نائب گورنر کی شہادت سے متعلق

امارتِ اسلامیہ کا اعلامیہ

المناک خبر ملی کہ بدھ کے روز 23 مئی 2012ء بمطابق 02 رجب 1433ھ دوپہر کیوقت امارت اسلامیہ کی تشکیلات میں صوبہ نورستان کے نائب گورنراور معروف علمی و جہادی شخصیت جناب شیخ جمیل الرحمٰن اپنے قریبی ساتھی معروف جہادی کمانڈر عبدالحکیم سمیت مذکورہ صوبہ کے وانٹ ویگل ضلع کے ہمشوز گاؤں میں امریکی فضائی حملے کے نتیجے میں شہادت کے اعلی مقام سے سرفراز ہوئے۔

امارت اسلامیہ افغانستان ایسے حالت میں اس واقعہ کوامارت اسلامیہ کے جہادی صفوف کے مجاہدین، ہموطنوں اور عالم اسلام کوایک ناقابل ازالہ ضیاع تصور کرتی ہے۔شہداء کے خاندان، مجاہدین اور ہموطنوں کو گہرے دل سے تسلی پیش کرتی ہے اور کہتی ہے کہ شہادت امارت اسلامیہ کے ہراعلی وادنی فرد کے لئے عظیم آرزو ہے، جو ہرکسی کی دل میں ہوتی ہے اور آج شیخ صاحب نے اپنا مقام پالیا ہے۔

ہماری قربانی، شہادت، تکالیف اور قیدو بند کی صعوبتوں کی برکت سے آج عالم کفراور اسلام دشمن عناصر بالخصوص جارح فوجیں جنہوں نے ہماری سرزمین، حریم، عزت، مال اور معتقدات پر قبضہ کیا ہے، عظیم شکست سے دوچار ہے، جو ہماری سرزمین میں سامنے کرنیوالے غم سے آبرومندانہ طور پر نجات حاصل نہیں کرسکتے۔اگر ہماری شہادتیں، تاریخی کارنامے اور افتخارات نہ ہوتے تو ہم دنیامیں گمنام قوم کی مانند ذلت سے بھرپور زندگی گزارتے اور تاریخ میں غاصب ممالک ہماری ان سب چیزوں کولوٹ لیتے، جوکسی قوم وملک کی سربلندی اور موجودگی کی سبب بنتی ہیں۔شہادتیں وہ چیزیں ہیں، جن سے اللہ تعالی خوش ہوتا ہے اوراس عظیم ذات کے دین کی حفاظت اور دوام کی وسیلہ بنتی ہے۔

ہم شیخ جمیل الرحمٰن صاحب کی شہادت کوملک کی آزادی اوراسلامی نظام کی حاکمیت کے نفاذ کی راہ میں عظیم قدم تصور کرتے ہیں اور جناب شیخ صاحب کے تمام دوست واقارب اور خاندان کو ان کی شہادت کی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

امارت اسلامیہ کا ہر باعزم مجاہد پر امید ہے کہ اپنے تمام شہداء اور مظلوموں کا انتقام ان شاء اللہ اپنے سنگدل دشمن سے لے گا اور دشمن کو ایسا تاریخی سبق سکھادے گا کہ وہ آئندہ کسی بھی ملت یا ملک پر تجاوز کرنیکا ارادہ تک بھی نہ کرے۔

گیارہ سال قبل جب عالمی استعمار امریکہ نے ہمارے ملک پر جارحیت کی، تو شیخ صاحب نے تدریس وتعلیم کا سلسلہ ترک کرکے اپنی تمام زندگی جہاد کیلئے وقف کردی۔شیخ صاحب صوبہ نورستان کے اہم علاقوں میں امریکی جارحیت کیخلاف جہادی آپریشن کی قیادت کرتے رہے۔

اس طرح کے قوی عزم میں تمام ملت کی مزید تعاون اور حمایت کی ضرورت ہے، جس سے تمام متدین اور آبرومند ہموطن صرف نظر نہ کریں۔

اگر ایک جانب ہم شہادتیں اور مختلف النوع تکلیفیں برداشت کرکے اللہ تعالی کی رضا حاصل کررہے ہیں، تو دوسری طرف روزانہ متعدد دشمن بھی ہماری تلواروں کی واروں سے اپنی زندگی طاغوت اور شیطان کی راہ میں گنواتے

ہیں، جو آخرت سے روبرو ہو کر جہنم کی گہرائیوں میں چلے جاتے ہیں۔

امارت اسلامیہ افغانستان

☆......☆......☆

شیخ جمیل الرحمٰن تقبل اللّٰه شهادَتَه

کی مختصر حالات زندگی

شیخ مولوی جمیل الرحمٰن ولد سعد اللہ صوبہ نورستان کے وانت ویگل ضلع کے ہمشوز گاؤں میں ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گاؤں کی مسجد سے شروع کر کے ملک کے مختلف علاقوں اور بعد میں پاکستان کے مختلف مدارس میں مکمل کرلی۔

موصوف علم وتدریس کے ساتھ ساتھ روس کے خلاف جہاد کے دوران اعلی کمانڈر تھے۔گیارہ سال قبل جب عالمی استعمار امریکہ نے ہمارے ملک پر جارحیت کی، تو شیخ صاحب نے تدریس وتعلیم کا سلسلہ ترک کرکے اپنی تمام زندگی جہاد کیلئے وقف کردی۔شیخ صاحب صوبہ نورستان کے اہم علاقوں میں امریکی جارحیت کیخلاف جہادی آپریشن کی قیادت کرتے رہے۔اس ضمن میں برگمتال اوروانت ویگل اضلاع پرمجاہدین کا قبضہ بھی شیخ صاحب کی زیرکمان ہوا۔موصوف نہایت بہادر، خوش اخلاق، سخی، تقوی داراور عالم باعمل تھے۔جنہوں نے حسن خلق کی بناء پر ہموطنوں کے دل جیت لیے تھے۔

شیخ صاحب اپنی بہادرانہ صلاحیتوں، اخلاص اور تقوی کی وجہ سے امارت اسلامیہ کی قیادت کی جانب سے صوبہ نورستان کیلئے نائب گورنرمقرر کئے جاچکے تھے جسے انہوں نے آخری دم تک نہایت اخلاص سے جاری رکھا اور بدھ کے روز اپنے گاؤں ہمشوز میں پچپن 55 برس کی عمر میں امریکی بمباری کے نتیجے میں شہادت کے اعلی مقام پر فائز ہوئے۔

پسماندگان میں ایک صاحبزادہ اور سات صاحبزادیاں شامل ہیں۔

☆......☆......☆

مسنون دعائیں

سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

جب بھی ہمیں کوئی مصیبت پیش آتی تو جبرائیل امین تشریف لاتے اور فرماتے کہ یہ دعا پڑھو:

توکلت علی الحی الذی لایموت لم یتخذ ولدا ولم یکن له شریک فی الملک ولم یکن له ولی من الذل وکبره تکبیراً. [کنزالعمال ص ۷۲ ج ۲، الدعا المسنون ص ۴۱۸].

ترجمہ: بھروسہ کیا میں نے اس ذات پر جو زندہ ہے اس پر موت نہیں آئے گی جس نے کسی کا بیٹا نہیں بنایا اور نہ سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے نہ ہی کوئی ذلت میں مددگار، اس کی بڑائی بیان کیجئے۔

سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ مجھے بچھو نے کاٹ لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم رات کو یہ دعا پڑھ لیتے تو یہ تمہیں ضرر نہ پہنچا سکتا تھا۔

اعوذ بکلمات الله التامات من شر ماخلق".

[ابن ماجه ۲۰۱، مسلم ۳۴۷]

میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ذریعے مخلوق کی شر سے۔

شہید ملا سیف الرحمٰن منصور رحمہ اللہ
کی شہادت کا دسواں سال

عبدالرؤف حکمت

پیدائش:

ملا سیف الرحمٰن منصور نے تقریباً ۴۲ سال قبل صوبہ پکتیا ضلع زرمت کے علاقے سہاکو کے ایک گاؤں ہیبت خیل میں شہید مولوی نصراللہ منصور کے گھر میں آنکھ کھولی۔ آپ کا گھرانہ ایک دینی اور علمی گھرانہ تھا۔ ملا سیف الرحمٰن منصور کے والد مولوی نصراللہ منصور [جن کا اصلی نام فضل الرحمٰن منصور تھا لیکن بعد میں وہ نصراللہ منصور کے نام سے مشہور ہوگئے] ظاہر شاہ کے دور سے اپنے علاقے میں اور ملکی سطح پر بھی ایک مشہور دینی عالم اور سیاسی رہنما تھے۔ وہ غزنی کے نورالمدارس فاروقیہ سے فارغ التحصیل تھے اور علماء کی خدام الفرقان نامی دینی تنظیم کے اہم ذمہ داروں میں سے ایک تھے۔

مولوی نصراللہ منصور افغانستان کی سیاسی ودعوتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے، اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنے گاؤں [ہیبت خیل] میں تدریسی حجرہ کھول رکھا تھا۔

سیف الرحمٰن منصور، مولوی نصراللہ منصور کے دوسرے بیٹے تھے، انہوں نے اپنے عالم اور مجاہد والد کے سائے میں پرورش پائی، اس طرح بچپن ہی سے ان کی تربیت ایک علمی اور جہادی ماحول میں ہوئی۔

تعلیم: ملا سیف الرحمٰن منصور نے اپنے تعلیمی سلسلے کا آغاز اپنے آبائی علاقے ہیبت خیل میں اپنے والد صاحب کے مدرسے سے کی۔ لیکن جب داؤدخان کے دور میں سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگادی گئی اور بالخصوص دینی سیاسی علماء کے لئے حالات بہت تنگ ہوگئے تو حالات کی سختی کی وجہ سے مولوی نصراللہ منصور شہید اپنے اہل وعیال سمیت ہیبت خیل کو چھوڑ کر غزنی کے ضلع زرمت کے علاقے شاہی کوٹ کی طرف نقل مکانی کر گئے اور وہاں امامت وتدریس اور اصلاحی وسیاسی سرگرمیاں شروع کیں۔ ملا سیف الرحمٰن نے یہاں بھی اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا۔ لیکن جب بعد میں حالات زیادہ سخت ہوگئے تو مولوی نصراللہ صاحب، اپنے خاندان کو واپس آبائی گاؤں بھجوا کر خود ڈیورنڈ لائن کے اس طرف [میران شاہ] شمالی وزیرستان چلے گئے۔

کچھ عرصے بعد جب افغانستان پر کمیونسٹوں کا قبضہ ہوگیا اور ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا تو سیف الرحمٰن بھی اپنے باقی گھر والوں کے ساتھ ہجرت کر کے پہلے شمالی وزیرستان اور پھر پشاور چلے گئے۔ ملا سیف الرحمٰن نے کچھ عرصہ خیبر پختونخواہ میں ڈیرہ اسمٰعیل خان کے علاقے کلاچی میں جامعۃ نجم المدارس اور پھر گوجرانوالہ میں جامعہ عربیہ میں تعلیم حاصل کی۔ پھر کافی عرصہ پشاور میں مدرسہ جامعہ نورالمدارس فاروقیہ میں زیرِ تعلیم رہے۔

یہاں انہوں نے جماعت نہم تک تعلیم حاصل کی لیکن پھر جہادی مصروفیت کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ جاری نہ رکھ سکے۔ عمومی تعلیم کے علاوہ انہوں نے اسلامی دعوت وسیاست کے موضوع پر کچھ مخصوص کورس بھی کیے تھے۔ مولوی نصراللہ شہید سالانہ چھٹیوں میں طلباء کے لئے ان کورسز کا انتظام کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حربی وانتظامی تربیت انہوں نے کئی دفعہ حاصل کی تھی۔ روس کے جہاد کے دور میں ملا سیف الرحمٰن نے ایک تربیتی مرکز میں اپنے بہت سے دوستوں کے ساتھ ہلکے اسلحے کے ساتھ ساتھ، کچھ بھاری اسلحے [مثلاً RPG راکٹ، 82 mm [ہشتہ دو]، اور SPG-9 وغیرہ] کی تربیت بھی حاصل کی۔ اسی طرح کمیونسٹ جہاد کے آخری سالوں میں پکتیا میں انہوں نے ٹینک، توپچی اور نقشے پڑھنے کے عملی دورے

کیے۔ان کے مجاہد ساتھی بتاتے ہیں کہ ملا سیف الرحمٰن ماہر ٹیکنکس کے ساتھ ساتھ ہلکے اور بھاری اسلحے کے بھی ماہر تھے اور ہر قسم کے جنگی ہتھیار مہارت سے چلانا جانتے تھے۔

بیعتِ طریقت:

ملا سیف الرحمٰن نے جہاں اسلحے سے کفار کے خلاف جہاد کیا وہاں نفسِ امارۃ اور شیطان سے دفاع کا بھی اہتمام کیا۔جیسا کہ ان کے والد مولوی نصر اللہ شہید، کابل،قلعہ جواد کے حضرت ضیاء المشائخ ابراھیم مجددیؒ سے بیعت تھے۔اسی طرح ملا سیف الرحمٰن بھی نقشبندیہ مجددیہ سلسلے کے مشہور صوفی اور سالک تھے۔

ملا سیف الرحمٰن نے پہلے خلیفہ صاحب فضل دین مرحوم [المشہور ارغندی خلیفہ صاحب] کی بیعت کی پھر ان کی وفات کے بعد زرمت میں خلیفہ صاحب دین محمد اور وردگ [جغتو] میں خلیفہ احمد ضیاء صاحب سے مستقل نسبت قائم کی۔

ملا سیف الرحمٰن تصوف کی راہ کے ایک متقی مسافر تھے۔جہادی مصروفیات کے دوران اپنے ساتھیوں کے لئے غیر معمولی معمولات مقرر کرتے تھے۔مثلاً پانچ وقت باجماعت نماز کے بعد پانچ سورتوں [بالترتیب فجر سے عشاء یٰسین، فتح،نباء،نوح اور الملک] کی تلاوت،صبح فجر کے بعد نیند کی بجائے اذکار اور ورزش اور عصر کے بعد ختم خواجگان ان کے معمولات میں سے تھے۔ملا سیف الرحمٰن نے اپنے زندگی کے آخری ایام تک تصوف کے کئی مراحل طے کر لئے تھے۔ان کے مجاہد ساتھی جہاد کے مختلف مراحل کے دوران ان کی کرامات کے قصے بیان کرتے ہیں۔ان میں سے سب سے بڑی کرامت ان کی شہادت کے موقع پر ظاہر ہوئی۔

کمیونزم کے خلاف جہاد اور امارتِ اسلامی میں ان کی خدمات:

بچپن سے ہی ملا سیف الرحمٰن کی تربیت جہادی ماحول میں ہوئی تھی اور ان کا دل جہاد کے عشق اور جذبے سے سرشار تھا۔ان کے بچپن کے ایک دوست قاری اکمل کہتے ہیں کہ:

جب ملا سیف الرحمٰن ۱۲ سال کے تھے اور ڈیرہ اسمٰعیل خان کے علاقے کلاچی میں پڑھ رہے تھے، جب بھی کوئی دعا ہوتی وہ بہت زیادہ رویا اور بے دریغ آنسو بہایا کرتے تھے۔قاری اکمل کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ آپ اتنا کیوں روتے ہیں؟ملا سیف الرحمٰن نے جواب دیا: بھائی ہم یہاں مدرسے میں آرام سے بیٹھے ہیں اور آج کے دن نہ جانے کتنے مجاہدین افغانستان کے پہاڑوں پر شہادت پا گئے ہیں۔میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ مجھے جوانی نصیب کرے تو میں بھی مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو کر اللہ کے راستے میں لڑوں اور اللہ سبحانہ تعالیٰ مجھے شہادت کی موت سے سرفراز فرمائے۔

اسی فطری جہادی جذبے کی وجہ سے ملا سیف الرحمٰن نے اپنی ساری صلاحیتیں اور ساری جوانی جہاد میں کھپا دی۔سولہ سال کی عمر میں پہلی دفعہ انہوں نے روس اور اس کی غلام کمیونسٹ فوج کے خلاف جہادی کاروائی میں شرکت کی اور زخمی بھی ہوئے۔اور اسی طرح صوبہ خوست میں بھی مصروفِ جہاد رہے۔سال ۱۹۸۷۔۱۹۸۹ میں صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت میں متعدد کاروائیوں میں حصہ لیا۔اِسی دوران وہ گردیز کے دفاعی پوسٹوں پر ایک حملے میں زخمی ہوئے۔۱۹۸۹ میں جب کمیونسٹ گُلَم جَم ملیشیا نے ضلع زرمت پر حملہ کیا تو اس وقت ملا سیف الرحمٰن ایک جہادی گروپ کے مسئول تھے۔

جب کمیونزم کے خلاف جہادِ افغانستان کامیاب ہوا تو ملا سیف الرحمٰن گردیز میں اپنے گھر پر مقیم ہوئے۔۱۳۸۱۔۱۱۔۲۰ ھ ش میں جب مولوی نصر اللہ منصور دشمن کے ایک بزدلانہ حملے میں شھید ہوئے تو ملا سیف الرحمٰن پر مجاہد ساتھیوں کی دیکھ بال اور گروپ کی مسئولیت کے ساتھ ساتھ گھریلو ذمہ داریوں کا بوجھ بھی پڑ گیا۔اس کے ساتھ ساتھ پکتیا کے علاقے گردیز کی پندرہویں راہداری کی ذمہ داری بھی تھی اور مولوی منصور شہید کے

مجاہد ساتھیوں میں بھی یہ بڑے سمجھے جاتے تھے۔ان کی ذمہ داریوں میں علاقے کی امن و امان کی صورتحال کو صحیح رکھنا اور مجاہد ساتھیوں کی عسکری و انتظامی تربیت کرنا تھا۔وہ علاقے کے چور اور لٹیروں کے سامنے ڈٹ گئے۔انہی کے ساتھ ایک جھڑپ میں ان کی تین انگلیاں کام آگئیں۔

جب عام فساد کے خلاف طالبان اور دینی علماء نے تحریک شروع کی تو ملا سیف الرحمٰن منصور اور ان کے ساتھیوں [جن میں سے اکثر طالب علم تھے] نے ایک وفد قندھار بھیجا اور اس کے فوراً بعد ان کی حمایت کا اعلان کردیا۔اس کے بعد ان کے دوستوں کا ایک گروپ کاروان کی شکل میں طالبان میں شمولیت کے لئے قندھار کی طرف روانہ ہوا۔یہ لوگ ابھی خرنی اور شلگر سے ہوتے ہوئے مقر تک پہنچے تھے کہ طالبان بھی اس علاقے میں پہنچ گئے اور یہاں یہ لوگ اکٹھے ہوگئے اور غزنی کی طرف پیش قدمی شروع کی۔جب غزنی پر حملہ ہونے والا تھا تو ملا سیف الرحمٰن نے پکتیا کی طرف سے خود چند ٹینکوں اور مسلح ساتھیوں سمیت کاروائی میں حصہ لیا۔یہ کاروائی ملا سیف الرحمٰن کی طرف سے اسلامی امارت کے تحت پہلی کاروائی تھی۔غزنی فتح ہونے کے بعد امارتِ اسلامی نے ٹینک اور توپخانے کی مسؤلیت ملا سیف الرحمٰن اور ان کے ساتھیوں کے سپرد کردی۔کیوں کہ ملا صاحب کے ساتھیوں نے اس شعبے میں پہلے سے تربیت حاصل کر رکھی تھی اس لئے انہوں نے غزنی میں موجود ٹینکوں کو سنبھال لیا اور اسی طرح قندھار سے بھی کچھ ٹینک چلا کر غزنی لے آئے۔اس کے بعد ملا سیف الرحمٰن نے میدان شار، لوگر اور چہار اسیاب میں امارتِ اسلامی کے فاتحانہ معرکوں میں شرکت کی یہاں سے فراغت کے بعد کابل کی فتح سے قبل پکتیکا کے علاقے ارگون میں پری نامی ایک بدمعاش کے خلاف کاروائی کی۔اس کے بعد امارتِ اسلامی کے ذمہ داروں کے ایک کاروان کے ساتھ ایک گروپ کے مسؤل کے طور پر پکتیا سے ایک سفر کی ابتداء کی جس میں زازئی، سپینہ شگہ، ازرہ اور حصارک کے علاقے تصفیہ کے گئے اور بعد میں جلال آباد کا کنٹرول بھی سنبھال لیا۔اس کے بعد کابل فتح ہوا اور احمد شاہ مسعود کو پنجشیر کے علاقے دالان سنگ تک پسپا کردیا گیا۔

فتحِ کابل کے بعد ملا سیف الرحمٰن نے قرغہ کے فرقہ نمبر ۸ کے معاون اور ٹینک یونٹ کے مسؤل کے طور پر اپنے کام کا آغاز کیا۔افغانستان پر صلیبی حملے تک ملا موصوف ان ذمہ داریوں کو انجام دیتے رہے۔اس دوران کابل کے شمالی جنگی محاذوں پر بھی جنگ میں شرکت کی اور کافی عرصہ شکردرہ کے خطِ اول کے مسؤل بھی رہے۔

شمال میں امارتِ اسلامی کی تمام پیش قدمیوں میں ملا منصور شامل رہے اور اسی دوران اِن کے ایک بھائی ملا منصور رحمٰن منصور بھی جامِ شہادت نوش کر گئے۔جب ۱۹۹۸ میں امارتِ اسلامی کے مجاہدین نے سالنگ کا ٹنل عبور کیا تو ملا سیف الرحمٰن اور اِن کے دوست بھی اس عظیم کاروان میں شریک تھے۔ان عملیات کے دوران ملا سیف الرحمٰن پلِ خمری کے نزدیک رباتگ کے علاقے میں پیٹ میں گولی لگنے سے شدید زخمی ہوئے جس کے بعد اِن کو علاج کی خاطر ہیلی کاپٹر میں کابل منتقل کیا گیا۔

اس کے بعد کابل کے علاقے شکردرہ میں مسئولیت کے دوران مارٹر گولہ کے چند ٹکرے لگنے سے ان کے داہنے ہاتھ کی کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی جس سے ان کا ہاتھ مکمل طور پر ناکارہ ہوگیا۔دوسرے ہاتھ کی صرف دو چھوٹی انگلیاں ٹھیک تھیں۔کئی بار مسلسل زخموں کی وجہ سے ان کے دونوں ہاتھوں کی حالت بہت خراب ہوگئی تھی۔بعد میں شمال پر حملے کے دوران جب ملا صاحب اپنے ساتھیوں سمیت دشمن کے محاصرے میں آگئے تو نکلنے کا ایک ہی راستہ تھا جس پر ملا صاحب نے غوربند کی طرف پیش قدمی کی۔اس حملے میں ان کا سر زخمی ہوا لیکن اس دفعہ زخم کی شدت نسبتاً کم تھی۔

جب امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا تو ملا سیف الرحمٰن شمال میں جنگی خطوط پر اپنے مجاہد ساتھیوں سمیت ڈٹے رہے۔کابل میں امارتِ اسلامی کے سقوط کے بعد ملا صاحب اپنے چند دوستوں کے ساتھ لوگر چلے گئے۔

اس دوران ملا صاحب نے امارت کے مسئولین کو مشورہ دیا کہ شمالی اتحاد کی پیش قدمی روکنے کے لئے لوگر یا تیری کے علاقے میں دفاعی خط قائم کیا جائے۔لیکن امریکیوں کی شدید بمباری اور مصلحت کے پیشِ نظر آمنے سامنے جنگ کی بجائے گوریلا جنگ لڑنے کا فیصلہ ہوا۔پھر ملا صاحب اپنے ساتھیوں سمیت اپنے علاقے زرمت چلے گئے۔اسی دوران جبکہ حالات بہت سنگین تھے ملا سیف الرحمٰن جناب امیر المؤمنین سے ملنے اور ہدایات لینے کی خاطر قندھار گئے،اگرچہ وہ امیر المؤمنین سے تو نہ مل سکے لیکن وائرلیس کے ذریعے امیر المؤمنین نے ان کو ہدایات دیں کہ مجاہدین کو میرا یہ پیغام پہنچادیں کہ پہاڑوں کا رخ کریں اور آخری دم تک امریکیوں کے خلاف جہاد کو جاری رکھیں۔قندھار سے واپسی پر ملا صاحب نے بلا تاخیر شاہی کوٹ کے پہاڑوں کا رخ کیا اور جہادی مرکز بنانے اور گوریلا کاروائیاں شروع کرنے کی تیاری شروع کردی۔

امارتِ اسلامی کے دور سے ہی ملا سیف الرحمٰن کا مہاجر مجاہدین کے ساتھ خصوصی تعلق اور محبت والا رابطہ تھا۔وہ ہمیشہ اپنے ساتھیوں کو بھی ان مہاجرین کا خصوصی خیال رکھنے کی تاکید کرتے۔وہ اپنے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے''ہمیں تو شاید مقامی ہونے کی وجہ سے یہ خیال آجائے کہ ہمارا علاقہ یا ہماری حکومت ہے لیکن یہ لوگ خالص اللہ کے دین کے لئے اپنے وطن چھوڑ کر ہمارے دست وباز بننے یہاں آئے ہیں''۔

کابل کے سقوط کے بعد مہاجر مجاہدین کی اکثریت اپنے خاندانوں سمیت پکتیا کی طرف منتقل ہوگئی۔اگرچہ ان میں نوجوان اور بزرگ بھی تھے لیکن زیادہ تعداد لاوارث خواتین اور بچوں کی تھی جن کے سرپرست یا تو شہید ہوگئے تھے یا پھر شمال کی طرف گھیرے میں پھنس گئے تھے۔

ان مہاجرین میں سے قابلِ ذکر،قاری محمد طاہر فاروق،ابوخباب المصری،عبدالرحمٰن کینیڈی،شیخ ابوعلی،ابو اللیث اللیبی،سیف العادل،ابو مصعب السوری،زید الخیر،ابومحمد اور عبدالہادی وغیرہ تھے اس کے علاوہ بہت سے عرب،چیچن،ازبک اور ترکستانی مجاہدین اور ان کے خاندان بھی تھے۔

ملا سیف الرحمٰن منصور نے اپنے جنوبی وزیرستان کے ایک قریبی دوست نیک محمد شہیدؒ کے ساتھ مل کر مہاجرین اور ان کے خاندانوں کے افغانستان سے محفوظ انخلاء اور اپنے وطنوں کو واپسی کا انتظام کرنا شروع کیا تاکہ ہزاروں مہاجر مجاہدین اور خواتین امریکی درندوں کے ظلم سے محفوظ رہ سکیں۔پہلے مرحلے میں ملا صاحب نے مہاجرین کو زرمت،پکتیا اور پکتیکا میں مقامی لوگوں کے ہاں ٹھہرانے کا انتظام کیا،اس دوران نیک محمد شہید نے وزیرستان میں ان کے لئے جگہوں کا بندوبست کیا۔مہاجرین کے پاس موجود گاڑیاں اور دیگر چیزیں وغیرہ بیچ کر یہ رقم زادِراہ کے طور پر ان کو دی گئی پھر ایک خفیہ اور منظّم پروگرام کے ذریعے مجاہدین کی خواتین اور بچوں کو وزیرستان کے ذریعے کراچی کے ساحل تک پہنچایا اور پھر یہاں سے سمندری یا فضائی راستوں کے ذریعے اپنے ملکوں کو روانہ کیا گیا۔اس طرح عرب مجاہدین کے کئی خاندان محفوظ اور باعزت طریقے سے اپنے گھروں تک پہنچ گئے۔

مہاجرین کو محفوظ مقامات پر منتقل کرنے کے ساتھ ساتھ ملا سیف الرحمٰن اور ان کے ساتھیوں نے امریکہ کے خلاف مزاحمت کو منظّم کرنے پر بھی بھرپور توجہ دی۔چنانچہ انہوں نے ضلع زرمت کے جنوبی علاقے شاہی کوٹ کے پہاڑوں[جہاں روس کے زمانے میں بھی مجاہدین کا ایک مضبوط مرکز تھا]میں مرکز بنایا۔گردیز اور دیگر علاقوں سے ہلکا اور بھاری اسلحہ یہاں منتقل کیا گیا اور اس کے علاوہ شاہی کوٹ کے درے کے چاروں طرف مضبوط مورچے بنا کر ان پر طیارہ شکن گنیں نصب کی گئیں۔مجاہدین نے دسمبر ۲۰۰۱ء سے لے کر مارچ ۲۰۰۳ء تک شدید سردی اور انتہائی سخت حالات کے باوجود اس مرکز کو مضبوط بنانے کا کام جاری رکھا۔یہ وہ وقت تھا جب غاصب امریکی فوج فضائی اور زمینی ذرائع سے ہر جگہ مجاہدین کو تلاش کرتی پھر رہی تھی اور ساری مجاہد افغان قوم سخت عدمِ اطمینان اور بے چینی کا شکار تھی۔

ملا سیف الرحمٰن نے ان سخت آزمائشی حالات میں صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کیا، نامساعد حالات، اسلحے اور ساتھیوں کی کمی اور تنہائی ان کے عزم کو ذرا بھی متزلزل نہ کر سکی اور نہ ہی انہوں نے جہاد کے عقل پرست مخالفین کے اس واویلے پر کوئی توجہ دی کہ ملا سیف الرحمٰن کی امریکہ کے خلاف مزاحمت صرف پاگل پن اور بغاوت ہے۔ ملا سیف الرحمٰن نے اپنے دوستوں اور مخالفین پر حجت تمام کرنے کے لئے ایک دن انہیں ضلع زرمت کے مرکز کے قریب ایک کچی مسجد میں اکٹھا کیا۔ پہلے انہوں نے سب کے خیالات سنے، ہر کسی کی رائے مختلف تھی۔ پھر انہوں نے سارے حاضرین کو مخاطب کر کے واضح الفاظ میں کہا ''اگرچہ میں پورا عالم نہیں ہوں لیکن الحمدللہ مجھے اتنا علم ہے کہ امریکی کافر حملہ آور ہیں اور ان کو نکالنے کے لئے جہاد فرض عین ہے اور اس کے ساتھ ہمارے شرعی امیر عالی قدر امیر المؤمنین نے بھی مجھے ہدایت کی ہے کہ امریکیوں کے خلاف جہاد کو ہر حال میں جاری رکھیں، میں آپ سے کوئی لمبی چوڑی بات نہیں کرتا بس اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جو کوئی چاہتا ہے کہ ہمارے ساتھ مل کر جہاد کرے، تو اسے بیعت بالشھادۃ کرنی پڑے گی۔ ہمارے سامنے جہاد کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔

شاہی کوٹ میں امریکیوں کے خلاف جنگ:

ملا سیف الرحمٰن منصور کی قیادت میں مجاہدین نے منصوبہ بنایا کہ اس اہم سٹریٹیجک علاقے میں ایک مضبوط مرکز کے قیام کے بعد موسم گرم ہوتے ہی میدانی علاقوں میں امریکیوں کے خلاف ایک گوریلا جنگ شروع کر دیں۔ ان میں پکتیا، پکتیکا اور غزنی کے مجاہدین کے علاوہ مہاجر مجاہدین بھی تھے جن میں اکثریت قاری طاہر جان کے ساتھیوں کی تھی اور ان سب کی تعداد تقریباً ۱۰۰ کے قریب تھی۔ ۳ مارچ ۲۰۰۲ کو امریکیوں نے سابقہ اطلاعات کی بنیاد پر اس علاقے پر حملہ کر دیا اور ساتھ ہی مجاہدین نے بھی زبردست مزاحمت شروع کر دی۔ امریکی کمانڈوز کے ساتھ افغان مجاہدین کی یہ پہلی لڑائی تھی جو تقریباً دو ہفتے تک جاری رہی۔ اس لڑائی میں امریکیوں کے علاوہ ڈنمارک، آسٹریلیا، کینیڈا، فرانس، جرمنی اور ناروے کے مخصوص فوجی دستوں نے حصہ لیا۔

اس لڑائی کے دوران مجاہدین کی نہایت مؤثر منصوبہ بندی کی وجہ سے امریکی فوج کے زمینی دستے کو مجاہدین نے اس پیچیدہ پہاڑی علاقے میں گھیر کر واصل جہنم کیا۔ مجاہدین نے اپنے تمام تر علاقے میں اینٹی ائیر کرافٹ گنیں نصب کی تھیں اور انہوں نے دشمن کو مکمل موقع فراہم کیا کہ وہ اپنی افواج کو زمین پر اتار دیں۔ لیکن جب بھی دشمن کے ہیلی کاپٹر افواج کو اتارنے کے بعد چلے جاتے تو مجاہدین ان پیدل افواج پر حملہ کرتے اور نصب شدہ اینٹی ائیر کرافٹ کے ذریعے ہیلی کاپٹر کو یہ موقع نہ دیتے کہ اپنی افواج کو جنگ کے علاقے سے واپس لے جائے۔

امریکیوں نے اس آپریشن کے دوران جس کو امریکا نے اناکونڈا [اژدہا] کا نام دیا تھا، کہا کہ اس لڑائی میں ۱۰،۰۰۰ ہزار سے زیادہ بم برسائے گئے جس میں زہریلے، کیمیائی اور آکسیجن ختم کرنے والے بم بھی شامل تھے۔ لڑائی کے تیسرے دن شاہی کوٹ کے پہاڑوں پر زبردست برف باری ہوئی اور درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بھی نیچے گر گیا جس کی وجہ سے دشمن کے زہریلے ہتھیاروں نے مجاہدین کو قابل ذکر نقصان نہیں پہنچایا۔

لڑائی کے دو ہفتے بعد ۱۸ مارچ ۲۰۰۲ کو افغانستان میں امریکی فوج کے سربراہ جنرل ٹومی فرینکس نے اس آپریشن کے خاتمے کا اعلان کیا۔ اس نے واضح الفاظ میں کہا کہ اس آپریشن میں ۲ ہیلی کاپٹر تباہ، ۸ فوجی مردار اور ۸۲ فوجی زخمی ہو گئے۔ لیکن جو کچھ جنگ میں موجود مجاہدین نے دیکھا یا جنگ میں موجود فوجیوں نے جنگ کے بارے میں بعد میں لکھا، اس نقصان سے کئی گنا زیادہ تھا جس کا ٹومی فرینکس نے اعلان کیا تھا۔

مثلاً ایک امریکی فوجی [سارجنٹ براؤن] نے شاہی کوٹ کے

معرکے کے پہلی دن کی لڑائی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

'' لڑائی کے پہلے دن جنگ کی ابتداء کے چند لمحوں بعد فوجیوں سے بھرا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا گیا، جس میں سے اکثر فوجی ہلاک اور باقی زخمی ہوئے۔ میں طبی امداد کے ٹیم میں تھا، ہماری پوری کوشش تھی کہ اپنے زخمی فوجیوں کو محفوظ مقام تک پہنچا دیں۔ ہم زخمیوں کی طرف چل پڑے، ان تک ابھی ۲۰ میٹر کا فاصلہ تھا کہ ہمارے اوپر میزائلوں اور چھوٹے اسلحے کی فائرنگ شروع ہوگئی۔ طبی امداد کی ٹیم کے ۴ فوجی اہلکار بھی ہلاک ہو گئے۔ اس دن ۱۴ گھنٹے لڑائی جاری رہی۔ دشمن ہمارے اتنا قریب تھا کہ ہمارے جہاز جو ۵۰۰ کلو وزنی بم لیئے ہوا میں پرواز کر رہے تھے، کو اجازت نہ دی گئی کہ بمباری کریں کیوں کہ خود ہمیں بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ ہمارے ۸ امریکی فوجی ہلاک ہوئے۔''

[کتاب: افغانستان کے بعد افغان کے باب چہارم سے اقتباس]

اس معرکے میں امریکیوں کے بہت ہیلی کاپٹر مجاہدین نے مار گرائے۔ چونکہ میدان جنگ بہت وسیع تھا اور مختلف جگہوں پر لڑائی جاری تھی اور خود امریکی بھی کوشش کر رہے تھے کہ ان کے مالی و جانی نقصان کو منظر عام پر نہ لایا جائے، اس لئے نقصان کی دقیق تفصیل بتانا مشکل ہوگا لیکن ایک محتاط اندازے کے مطابق دشمن کے ۵ سے زائد ہیلی کاپٹر تباہ اور ۱۰۰ سے زائد فوجی مردار ہوئے۔

اس معرکے میں ۴۰ کے نزدیک مجاہدین شہید ہوئے جن میں مجاہدین کے امیرِ لشکر جناب ملا سیف الرحمٰن منصور اور ان کے جنگی معاون ملا فدا محمد جواد بھی شامل تھے۔

شاہی کوٹ کا معرکہ کوئی عام معرکہ نہیں تھا۔ اس معرکے میں امریکی جنگی ٹیکنالوجی اور ان کی فوجی برتری کا جو جھوٹا پراپیگنڈا کیا گیا تھا، اس کی حقیقت کھل کے سامنے آئی۔ دو ہفتے بعد اگرچہ امریکیوں نے آپریشن بند اور اس کے کامیاب ہونے کا اعلان کیا لیکن اس معرکے کے بعد پورے ملک میں مزاحمت نے ایک نئی شکل اختیار کی۔

ملا سیف الرحمٰن منصور کی شہادت:

ایک سچے مجاہد کی طرح ملا سیف الرحمٰن منصور بھی آغاز سے شہادت کے طالب تھے۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے ملا صاحب 'ثابت' کے مستعار نام سے مخابرے کے ذریعے تمام مجاہدین کے ساتھ رابطے میں تھے اور جنگی صورتحال کنٹرول کر رہے تھے۔ جنگ کے دوران ملا صاحب کئی بار شدید بمباری کے زد میں آئے لیکن اللہ نے انہیں بچائے رکھا یہاں تک کہ جنگ کے ساتویں دن ۱۳۸۰-۱۲-۱۹ھ ش بمطابق ۲۰۰۲-۳-۱۰ اللہ نے ان کی شہادت کی دلی تمنا پوری کر دی۔

ملا صاحب کے چھوٹے بھائی ملا عبدالرحمٰن منصور جو کہ خود شریکِ جنگ تھے، کہتے ہیں کہ:

''ہمیں جواد صاحب کی شہادت کی اطلاع تھی اور ان کی لاش لینے نکل پڑے۔ یہ عصر کا وقت تھا اور ہم شاہی کوٹ کے جنوبی حصے میں واقع مارزکو نامی گاؤں میں ایک نالے کے کنارے جا رہے تھے کہ ہم نے ایک بہت ہی میٹھی خوشبو محسوس کی۔ اسی خوشبو کے تعاقب میں میں اور مجاہد ساتھی چل پڑے۔ تقریباً ۲۰ میٹر کے فاصلے پر ہمیں چند لاشیں ملیں جن کے ارد گرد بمباری کے واضح نشانات تھے۔ میں نے ارد گرد کے درختوں میں لٹکے ہوئے قمندان صاحب [ملا سیف الرحمٰن] کی خاکی رنگ کی ملتانی پگڑی کے ٹکڑے پہچان لئے۔ ایک لاش سے بہت ہی پیاری خوشبو آ رہی تھی۔ اس کا سر جسد پر نہیں تھا۔ میں نے ان کے الٹے ہاتھ اور پیٹ پر لگے زخم کے نشانات سے پہچان لیا کہ یہ قمندان صاحب [ملا سیف الرحمٰن] ہیں۔ ان کے ساتھ چار لاشیں اور پڑی تھیں، جن میں ایک فضل محمد کی لاش تھی جو ضلع زرمت کا مجاہد تھا اور تین باقی مہاجر مجاہدین تھے۔ اسی گھڑی ان کی لاشوں کی تدفین کا بندوبست کیا گیا۔ ملا سیف الرحمٰن صاحب کے لاش کو ہم زرمت

لے گئے اور چند رازدار علماء کی موجودگی میں ان کو سپرد خاک کیا۔

مجاہدین کا مورال بلند رکھنے کے لئے ملا صاحب کی شہادت کو اتنا مخفی رکھا گیا کہ خود امریکیوں کو بھی چند سال گزرنے کے بعد تک پتہ نہ چلا اور چند سال بعد بھی ملا سیف الرحمٰن صاحب کی تصویر جہازوں کے ذریعے زمین پر گراتے رہے اور ان کے سر پر انعام مقرر کرتے رہے، جو امریکیوں کی خفیہ ایجنسیوں کے ضعف کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔

شہید ملا سیف الرحمٰن منصور کے تقویٰ اور دیانت کے کچھ واقعات:

ملا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے تقویٰ، خوش اخلاقی اور دیانت جیسی بہترین صفات سے نوازا تھا۔ان کے اخلاق حسنہ کو اگر تفصیلاً بیان کیا جائے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا اس لئے چند واقعات پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

عبادت اور تہجد کے ساتھ لگاؤ:

ملا سیف الرحمٰن کے بچپن کے دوست قاری اکمل کہتے ہیں کہ:

''جب ملا صاحب ۱۳ سال کے تھے اور گوجرانوالہ کے مدرسہ عربیہ میں زیر تعلیم تھے، سخت سردی کے دن تھے۔رات کو جب میری آنکھ کھلی تو ملا صاحب اپنی بستر پر نہیں تھے۔مجھے فکر لاحق ہوئی اور میں ان کی تلاش میں باہر نکلا، ہر جگہ دیکھا لیکن وہ نہیں ملے۔آخر کار میں مدرسے کی چھت پر چڑھا۔وہاں دیکھا کہ ملا صاحب نے اس سخت سردی میں صرف کپڑے پہنے ہوئے تھے اور تہجد پڑھ رہے تھے۔میں بھی ان کے پیچھے چپ کھڑا رہا۔ نماز ختم کرنے کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دعا کے دوران رونا شروع ہو گئے اور اس وجہ سے ان کی آواز تھوڑی بلند ہو گئی۔وہ اللہ تعالیٰ کو ایسے الفاظ سے مخاطب کر رہے تھے جس طرح کہ وہ اللہ کو دیکھ رہے ہوں اور اللہ سے فریادیں کر رہے تھے۔یہ حالت کافی دیر تک رہی، آخر کار میں سردی سے تنگ آ کر واپس نیچے چلا گیا۔صبح صادق کے نزدیک مجھے ان کے واپس آنے کا پتہ چلا، میں نے پوچھا آپ کدھر گئے تھے، کہنے لگے کہ ''دل بہت بھر آیا تھا، بس دل کی بھڑاس نکالنے گیا تھا''۔

ملا سیف الرحمٰن کے ایک اور دوست مفتی فیض محمد صاحب اور ان کے بعض اور رفقاء یہ کہتے ہیں کہ ملا صاحب نے تہجد دورانِ تعلیم، جہاد اور حتیٰ کہ زخمی حالت میں ہسپتال میں بھی نہ چھوڑی۔

تقویٰ اور حق گوئی:

ملا صاحب خود متقی ہونے کے ساتھ ساتھ باقی احباب کو بھی تقوی کی تلقین کرتے اور کہتے کہ ''دیکھو! یہ تقویٰ اختیار کرنا کوئی مشکل کام تو نہیں، بس ایک بار اپنے نفس کو پاؤں تلے روندڈالو تو پھر اسے اختیار کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی گی''۔

مفتی فیض محمد صاحب کہتے ہیں کہ ملا سیف الرحمٰن اپنے والد کے ساتھ کہیں دعوت پر گئے۔وہاں بہت لوگ آئے تھے۔تب ملا صاحب کے جوانی کے ایام تھے اس دوران انہیں پتہ چلا کہ میزبانوں کا اس سے پہلے غیر شرعی کاروبار تھا جب کھانا آیا تو انہوں نے کھانے کے لئے ہاتھ آگے نہ کیا۔لوگوں نے بہت زیادہ اصرار بھی نہیں کیا کہ شاید وہ روزے سے ہوں۔گھر واپس آ کر کھانا طلب کیا اور اپنے والد صاحب ملا نصر اللہ منصور شہید سے کہا کہ آپ ایسے لوگوں کے ہاں کھانا کیوں کھاتے ہیں جن کی کمائی حلال نہ ہو۔اس پر انہوں نے جواب دیا کہ بیٹا یہ لوگ اب مجاہدین کے غمخوار اور ہمدرد ہیں، ان کی اب کی کمائی پاک ہے، اس لئے ان کا کھانا کھانے میں کوئی شرعی حرج نہیں ہے۔

بیت المال کے بارے میں احتیاط:

تحریک کے دوران جب ملا صاحب دوسری بار زخمی ہوئے تو ان کے ہاتھ کی ہڈی بالکل ناکارہ ہو گئی۔ملا صاحب جناب امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کی ملاقات کے لئے قندھار گئے۔امیر المؤمنین نے ان سے

کہا کہ آپ کو بیرونِ ملک ہاتھ کے علاج کے لئے بھیجتے ہیں۔اس پر ملا صاحب نے جواب دیا کہ میں مشہور سرجن [موسیٰ وردگ] سے مشورہ کرتا ہوں کہ اگر باہر علاج کرانے سے میرا ہاتھ اس قابل ہو جائے کہ اس سے اسلحہ چلاسکوں، تو ٹھیک ہے ورنہ فضول میں بیت المال کا پیسہ کیوں ضائع کیا جائے۔ڈاکٹر موسیٰ نے ملا صاحب کو بتایا کہ کہیں بھی علاج کرنے سے یہ ہاتھ تھوڑا بہت ہلنے کے قابل ہو جائے گا لیکن اسلحے کے استعمال کے قابل نہ ہوگا۔اس وجہ سے ملا صاحب علاج اور بیرونِ ملک سفر سے منصرف ہو گئے۔

اسی طرح ان کے ایک دوست [قاری حبیب] قصہ بیان کرتے ہیں کہ تحریک کے دوران ملا صاحب نے اپنے بھائی کے شادی میں شرکت نہیں کی۔میں نے جب وجہ پوچھی تو پہلے تو کچھ بہانے بنائے بعد میں صحیح وجہ بتائی کہ جب میں ادھر گاڑی میں جاؤں گا تو وہاں گاڑی مہمانوں کو لانے اور لے جانے کے لئے استعمال ہو گی اور میں نہیں چاہتا کہ بیت المال کی یہ گاڑی ذاتی کاموں میں استعمال کی جائے۔

شریعت کی پابندی:

امارت کے دوران ضلع زرمت کے ایک مولوی صاحب جو کہ ملا سیف الرحمٰن صاحب کے بہت پرانے اور قریبی دوست تھے، اور اس علاقے کے دو [۲] اور لوگ جو بہت مال دار تھے اور جنہوں نے ملا صاحب کے ساتھ بہت مالی مدد بھی کی تھی، ان سب پر رشوت کا ایک کیس ثابت ہو گیا۔ملا صاحب نے کابل کے قرغہ میں ان سب کو اپنی قرارگاہ پر بلایا اور وہاں سے ان سب کو اپنی گاڑی میں ڈال کر نظامی عدالت لے گئے۔جہاں سے ان کو قید کی سزا ہوئی۔اس کام سے ملا صاحب نے یہ ثابت کیا کہ الٰہی قانون اور شریعت کے مقابلے میں ان کے سامنے دوستی، رشتہ داری اور دوسری ملحوظات کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

جہاد کے ساتھ محبت:

قاری حبیب کہتے ہیں کہ کمیونزم کے خلاف جہاد کے دوران اِن کے شادی کے دن آ گئے۔اس دوران ملا صاحب مجاہدین کے مرکز میں جہادی تربیت میں مصروف تھے۔ان کے والد صاحب نے کئی بار اطلاع بھیجی کہ ان دنوں میں آپ گھر آ جائیں لیکن جہاد کے ساتھ محبت کی وجہ سے ملا صاحب نہیں گئے۔ان کے والد صاحب خود گاڑی میں آئے اور ملا صاحب کو ہاتھ سے پکڑ کر ساتھ گھر لے گئے۔دوران سفر بھی والد صاحب سے اصرار کرتے رہے کہ مجھے جہادی تربیت حاصل کرنی چاہئے۔

شوقِ شہادت:

مولوی ذکراللہ ذاکری کہتے ہیں کہ کمیونزم کے خلاف جہاد کے دوران گردیز کی دفاعی پوسٹوں پر حملے سے پہلے ملا صاحب نے شوقِ شہادت سے اپنی ٹھوڑی خود باندھ لی لیکن اس حملے میں ملا سیف الرحمٰن شہید نہیں بلکہ زخمی ہوئے۔

اولاد:

شہید ملا سیف الرحمٰن منصور نے اپنے پیچھے چار بیٹے چھوڑے جو اب بھی دینی تعلیم میں مصروف ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان پر ملا صاحب کی برکات رہیں اور یہ سارے بھی اپنے شہید والد کی طرح دین اور جہاد کے ستون بنیں۔آمین۔یارب العالمین۔

☆......☆......☆

آں پیرلاشہ را که سپردند زیر خاک
خاکش چناں بخورد کزو استخواں نماند
زندہ ست نام فرّخ نوشیرواں بعدل
گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند
خیرے کن اے فلان وغنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

شکاگو میں نیٹو رکن ممالک کی سربراہی اجلاس کے بارے امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

نوٹ: یہ اعلامیہ شکاگو کانفرنس سے قبل جاری ہوا تھا چونکہ یہ اعلامیہ امارت اسلامیہ کے حوالہ سے اہم مواد پر مشتمل تھا اس لئے قارئین ''شریعت'' کے معلومات میں اضافہ کے لئے ''شریعت'' کے صفحات پر شائع کر رہے ہیں۔[مدیر]

ذرائع ابلاغ کے مطابق 20 اور 21 مئی کو امریکی شہر شکاگو میں نیٹو رکن ممالک کا سربراہی اجلاس منعقد ہوگا۔جس کے ایجنڈے میں اہم موضوع افغانستان ہوگا۔اسی وجہ سے امارت اسلامیہ اپنی تاریخی ذمہ داری کو نبھانے کی مقصد کی خاطر درج ذیل نکات اجلاس کے شرکاء تک پہنچانا چاہتا ہے۔

1 : دہشت گردی کے تحت امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا جارحیت ناجائز اور ظالمانہ عمل تھا، جو صرف اور صرف سیاسی اور معاشی مقاصد کی حصول کی خاطر انجام ہوا، جس کا دہشت گردی اور زمینی حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔کوئی بھی افغان بیرونی ملک میں فوجی آپریشن میں ملوث نہیں رہا ہے اور نہ ہی ایسے شواہد موجود ہیں۔تو امریکہ کی جانب سے افغانستان پر قبضہ گیری کی قانونی حیثیت نہیں ہے۔

2 :اس تجاوز اور قبضہ گیری کے نتیجے میں جارح امریکہ نے افغان عوام پر ان چند وار لارڈز کو مسلط کیا، جنہیں عوام نے مار بھگایا تھا، جن کے ہاتھ بے گناہ انسانوں کی خون سے رنگے اور لوگوں کی جان و مال اور آبرو کی جرائم میں ملوث تھے اور گذشتہ عشرے سے بے گناہ افغان ان کے مظالم کی چکی میں پیس رہے ہیں اور تمام غاصبوں نے ان کے مظالم پر چشم پوشی اختیار کی ہے۔

3 : سی آئی اے سمیت امریکی انٹیلی جنس ادارے کہتے ہیں کہ افغانستان سے القاعدہ کے ارکان دیگر ممالک کو جا چکے ہیں اور اب ان کی تعداد پچاس سے زیادہ نہیں ہے، اسلئے افغنستان میں امریکہ کی وسیع فوجی موجودگی سے امریکی سکیورٹی کی ضرورت نہیں ہے۔تو یہ ہمارے ملک اور علاقے کو مستعمرہ بنانے کیلئے امریکہ کی طویل المدت اسٹریٹجی ہے۔

فرانس کے نو منتخب صدر فرانسوا اولاند کا وہ اعلان کہ رواں سال کے آخر تک افغانستان سے تمام فرانسیسی فوجوں کو نکال دیا جائے گا، حقائق پر مبنی اعلان ہے جو عوام کی مطالبات کی ترجمانی کرتا ہے۔

ہم نیٹو رکن ممالک کو بھی بتاتے ہیں کہ امریکی حکمرانوں کی سیاسی مصلحتوں میں نہ پڑیں، بلکہ فوراًافغانستان سے اپنی فوجوں کی نکالنے سے اپنی عوام کی مطالبات کو مثبت جواب دیں۔

4 : جارح فوجیں افغانستان میں شبانہ چھاپوں اور آندھی بمباریوں کے ذریعے افغان عوام جن میں بچے، خواتین، عمررسیدہ افراد شامل ہیں اور دیگر بیگناہ افغانوں کو عواقب کی خوف کے بغیر شہید کر رہا ہے، اس جرم کے عاملین انسانی جرائم پیشہ ہیں، انسانی حقوق کی علمبرداروں کو چاہیے کہ اس پر چشم پوشی نہ کریں، نیز افغانستان میں غاصب فوجوں نے جنگجوؤں کے نام سے مقامی ملیشیاء فورس قائم کیا ہے، جو عملی طور پر مجاہدین کے مقابلے میں لڑنے سے عاجز ہے، لیکن عوام کے سر و مال اور عزت پر تجاوز کر کے بیگناہ افغانوں کو قتل کر رہے ہیں، اگر غاصب فوجیں مزید ان گروپوں کی حمایت اور پشت پناہی کرتا رہے اور ساتھ ہی آندھی بمباریوں کو دوام دیں تو افغانستان میں شہری نقصانات کی ذمہ داری انہی غاصب فوجوں پر ہوگی۔

5 :ہم عالمی برادری کو آشکار کرتے ہیں کہ افغانستان میں کابل کٹھ پتلی انتظامیہ بیگناہ قیدیوں کو ٹارچر سیل کر کے ان سے زبردستی اعتراف کرواتے ہیں اور انہیں طویل عرصے تک جیل کی کوٹھریوں میں پابند سلاسل رکھتے ہیں، کابل کٹھ پتلی انتظامیہ کے عہدیدار قیدیوں سے تعصب او تبعیض کی بناء رویہ رکھتے ہیں، اس ظلم کا سد باب ہر انسان کا فریضہ ہے۔

6 : غاصب فوجوں نے افغانستان میں مکمل گاؤں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا مثلاً (ترو کو کلاچہ نامی قصبہ) جس پر امریکی طیاروں نے 25 ٹن وزنی

بم گرادیے اور وہاں کے باشندوں سمیت اسے ملیامٹ کردیا۔

ہلمند اور اروزگان میں سینکڑوں دکانوں پر مشتمل بازاروں کو تباہ کردیا، نیز قندھار کی ژڑئی اور پنجوائی اضلاع میں سرسبز باغات اور فصلوں جڑ سے اکھاڑ دیے اور غزنی کے بندسردہ کے علاقے میں سالوں پرانے درختوں کو اکھاڑ دیا۔ ان تمام وحشیانہ اعمال کو دہشت گردی کے عنوان تلے جنگ کے نام سے انجام دیا گیا۔ موجودہ عالمی معاشرہ جو تمدن، انصاف اور انسانیت دوستی کا دعوی کرتی ہے، افغانستان میں اس وحشت کے دوام کو وہ بھی متمدن انسانوں کے ہاتھوں سے، کس طرح توجیہ کرتی ہے؟

7 : نظریہ سازش کی بناء پر افغانستان میں بعض نیٹ ورک جن کی سرخیل میں قابض فوجیں شامل ہیں، امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی بدنامی و رسوائی کیلئے بعض ناجائز اعمال انجام دیتے ہیں، مثال کے طور پر پلوں اور سکولوں کی تباہی، سویلین مقامات میں بم دھماکے کروانا، ذاتی مفادات کی خاطر اشخاص کو نشانہ بنانا وغیرہ۔ امارت اسلامیہ ان تمام اعمال سے براءت کا اعلان کرتی ہے۔

8 : قابض امریکی فوجوں کی سپیشل فورسز نے افغانستان کے اندر تمام ایئرپورٹس میں خفیہ ٹارچر سیل قائم کیے ہیں، جن میں افغان بے گناہ مظلوم قیدیوں کو رکھ کر ان پر انسانیت سوز مظالم کے پہاڑ توڑ کر انہیں شہید کرتے ہیں، اس کے علاوہ بگرام اور قندھار میں اب تک ہزاروں بے گناہ مظلوم قیدی کئی سالوں سے بغیر کسی جرم میں صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں، یہ تمام وہ افراد ہیں، جو نیویارک کے واقعہ کا پتہ بھی نہیں لیکن اس بہانے کئی سالوں سے جیلوں میں قید اور مختلف النوع اذیتوں کا سامنا کر رہے ہیں۔

9 : رواں سال اپریل کے مہینے میں سی بی ایس نیوز اور نیویارک ٹائم کی مشترکہ سروے سے معلوم ہوا کہ 68% امریکی افغان جنگ کے خلاف ہیں اور افغانستان سے اپنی فوجوں کی واپسی کے طلب گار ہیں، نیز امریکی اتحادی ممالک کے عوام نے بھی افغانستان کی جارحیت کے خلاف شدید ردعمل ظاہر کیا ہے، تو نیٹو رکن ممالک کے حکمران جو عوامی نمائندہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنی حکومت کو عوام کی حکومت سمجھتے ہیں، اپنی عوام کے مطالبے کو اس سربراہی اجلاس میں کیا جواب دیں گے۔

10 : امارت اسلامیہ ایک بار پھر اعلان کرتی ہے کہ کسی کو ضرر پہنچانے کی ایجنڈا نہیں رکھتی اور نہ کسی کو اجازت دیگی کہ دیگر ممالک کو افغان سرزمین سے نقصان پہنچادیں، اسی لیے امریکہ سمیت کسی جارح ملک کے پاس یہ جواز نہیں ہے کہ اپنی سکیورٹی کے بہانے افغانستان کی قبضہ گیری کو دوام بخشے۔

12 : امارت اسلامیہ نے سیاسی اور فوجی راہوں کو کھلا رکھا ہوا ہے اس طرح افغان عوام کے حقوق کو ہر طریقے سے حاصل کرنا چاہتا ہے اور ایک ذمہ دار قوت کے طور پر اپنے قول پر ڈٹا ہوا ہے، لیکن غاصب جانب ایک قدم آگے اور دو پیچھے حکمت عملی کو بروئے کار لارہا ہے، افغانستان کی قبضہ گیری کیلئے مصنوعی بہانے تلاش کر رہے ہیں، تذبذب کا شکار ہے اور سیاسی حل کیلئے ان کے پاس واضح پالیسی نہیں ہے، امارت اسلامیہ کے مطابق جب تک جارح اسی تذبذب سینہ نکلے، سیاسی حل کے بارے میں ان کے دعوے بے معنی تصور کئے جاتے ہیں۔

13 : امریکہ اور اتحادیوں کی جانب سے افغانستان کی جارحیت ایک بنیادی مسئلہ ہے، اگر یہ مسئلہ حل ہوجائے، افغان مشترک ثقافت کے حامل آپس میں ہم آہنگ ہے، تو ملک سے متعلقہ مسئلہ کے حل تک پہنچ سکتے ہیں۔ بیرونی قوتیں اپنی استعماری اہداف کے حصول کی خاطر افغان مسئلہ کو سازش کارانہ نظریے کی خاطر مزید طول نہ دیں اور نہ ہی اسے پیچیدہ کریں۔

آخر میں کہنا چاہتے ہیں، کہ امارت اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین اپنے مقصد کے حصول کی خاطر اس جہاد کو جاری رکھیں۔ غاصبوں اور ان کے کاسہ لیسوں کی وحشت و دہشت ان کا سدباب نہیں کرسکتا۔ ہم نیٹو رکن ممالک کے سربراہ کو بتاتے ہیں کہ افغانستان کی حقائق کو مدنظر رکھ کر افغانوں کو ان کے طبیعی حق جو ملک کی مکمل خودمختاری اور اپنی مرضی کی نظام قائم کرنا ہے، کے لئے قائل ہوجائے۔

نیز غاصب فوجوں کی جانب سے افغانستان کی موجودہ انسانی المیہ اور افغانوں کی مقدسات کا سدباب کیا جائے، لیکن اب بھی اگر اپنی ظالمانہ اعمال کے عواقب کیلئے متوجہ نہ ہوجائے، تو ان کا انجام بھی سابقہ عالمگیریتوں کی مانند اپنی ظلم و وحشت کیساتھ اس مایہ ناز سرزمین میں ایسا محو ہوگا، جن کے صرف داستان ہی رہ جائیں گے۔

امارت اسلامیہ افغانستان

پولیس POLICE

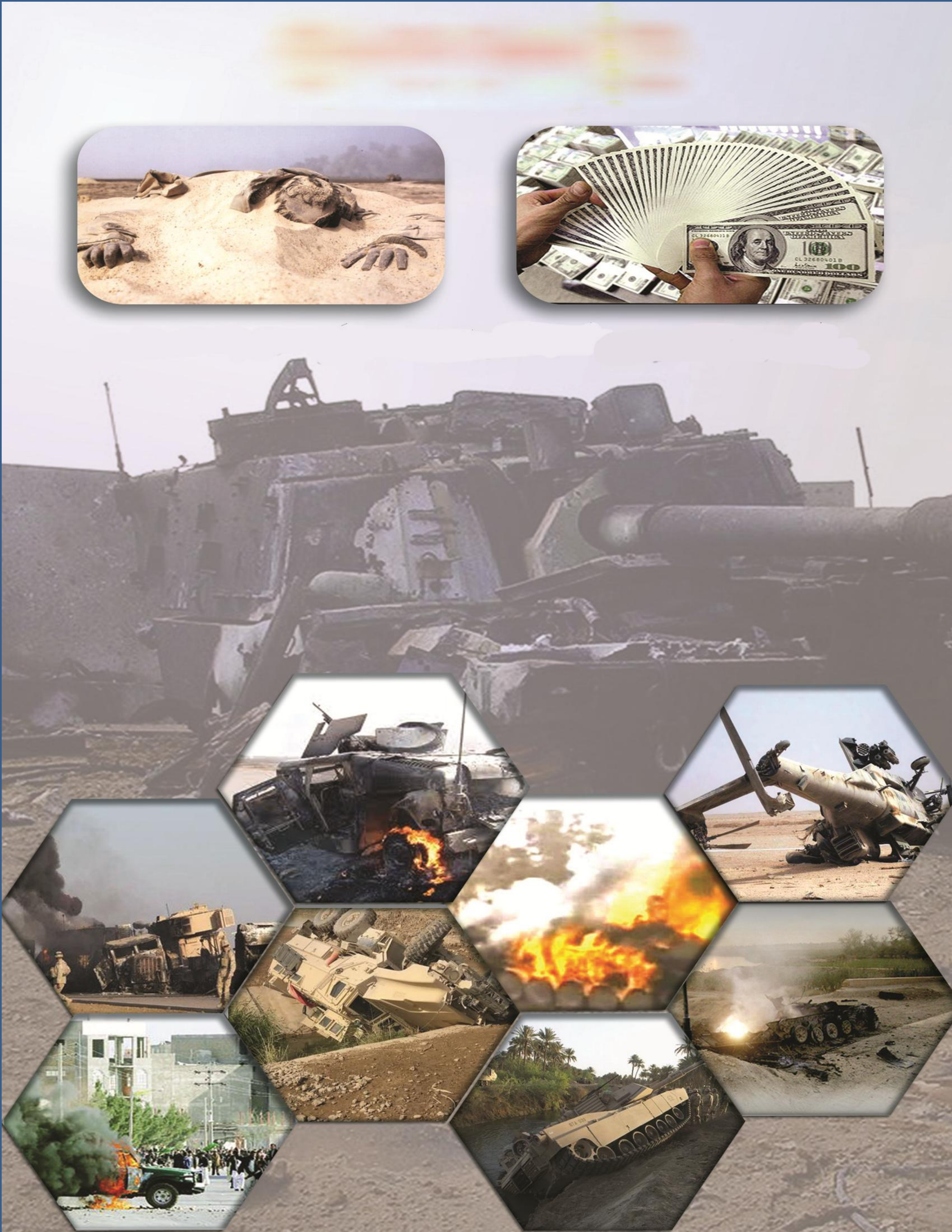

طالبان اور سکول

زخمی افغان

چند دن پہلے صوبہ غزنی میں مقامی حکام نے اپنی حفاظت کے لئے موٹر سائیکل چلانے پر پابندی لگائی، جس طرح اب افغانستان میں موٹرسائیکل عام لوگوں کی سہولیت کے لئے عام، آسان اور سستی سواری ہے اور آنے جانے میں سہولت ہے اسی وجہ سے انتظامیہ کے اس اقدام سے عام لوگوں کو سخت مشکلات کا سامنا ہوا، پہلے تو عام لوگوں، اساتذہ اور طلبا نے اس حکومتی اقدام کو مسترد کرتے ہوئے اس کیخلاف صدائے احتجاج بلند کی اور غزنی شہر میں ایک احتجاجی مظاہرہ کیا۔

جب نہ حکومتی سطح پر کوئی شنوائی نہیں ہوئی اور میڈیا نے بھی نظرانداز کیا تو دوسرے مرحلے میں ردعمل ظاہر کرتے ہوئے احتجاجا اسکولوں کو بند کردیا گیا تاکہ ایک طرف دنیا اور اپنے عوام کو ٹرانسپورٹ کا عذر پیش کرسکے اور دوسری طرف انتظامیہ کا امتحان لے کہ ان کو اپنی حفاظت کی فکر ہے یا اپنی نسل نو کی تعلیم کی؟ اب میڈیا کو موقع ملا اور پروپیگنڈہ شروع کیا کہ صوبہ غزنی میں طالبان نے تعلیمی اداروں کو بند کردیا، کابل کے زیر اثر ذرائع ابلاغ (جو ہمیشہ حقائق جانچنے کی بجائے ڈس انفارمیشن کی تشہیر میں پیش پیش ہے) نے اس عوامی مسئلے میں طالبان کو ملوث کرنے میں بھرانداز سے جھوٹی رپورٹیں شائع کیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ افغان عوام کو صرف تعلیم کی ضرورت ہے یا ٹرانسپورٹ کی بھی ضرورت ہے؟ اگر ٹرانسپورٹ کی بھی ضرورت ہے تو گدھوں اور گھوڑوں کی سواری کا دور تو گذر چکا ہے، سائیکل کا دور بھی گذرنے والا ہے، میرے مشاہدے کے مطابق افغانستان کے جنوبی اور مرکزی علاقوں میں بہت سارے لوگ اب سفر کے لئے موٹر سائیکل ہی استعمال کرتے ہیں۔

میں یقین سے کہتا ہوں کہ گزشتہ دس برسوں کے دوران ایران، چین اور دیگر ممالک سے افغانستان کے لئے درآمد شدہ موٹر سائیکلوں کی تعداد سائیکلوں اور گاڑیوں سے دوگنا زیادہ ہے، موٹرسائیکلوں کی مانگ میں اضافے کے باعث ایران نے افغانستان کے لئے خصوصی طور پر شرکت دی اور مخصوص ناموں جیسے پامیر، ہلمند، نامی، عقاب وغیرہ سے سستے داموں میں اور کم خرچ کرنے والی موٹر سائیکلز تیار کرنا شروع کئے۔ ان ایرانی موٹرسائیکلوں نے افغانی عوام میں مقبولیت پائی، اب بہت کم گھرانے ایسے ہونگے جن کے پاس موٹرسائیکل نہیں ہونگے۔

> !ہم کہیں بھی تعلیمی اداروں کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے وہ اسکول جو جنگ اور بدامنی کی وجہ سے بند ہوگئے ہیں جہاں جنگ قدرے کم ہو وہاں امارت اسلامی کے مجاہدین نے تعلیم کے لئے کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے، اب بھی صوبہ غزنی میں ہمارے زیرتسلط علاقوں میں سینکڑوں سکول کھلے ہیں۔

افغانستان میں ٹرانسپورٹ کی حالت شہروں میں ایسی ہے کہ اس سے پیدل چلنا بہتر ہے تو آپ اندازہ لگائیں کہ ضلعوں، دورافتادہ علاقوں اور دیہاتوں میں کیا حالت ہوگی، سو کہنا چاہئے کہ بیشتر اضلاع اور دور دراز علاقوں میں عام ٹرانسپورٹ سروس کا کوئی وجود نہیں اس وجہ سے عام لوگ مجبور ہے کہ مختلف ضلعوں اور دیہاتوں تک موٹر سائیکل پر سفر کریں، تو اس

صورتحال میں غزنی کے حکام کی جانب سے لوگوں سے یہ سہولیت چھیننا کیا کوئی جرم نہیں؟ اگر ہے تو پھر کیوں میڈیا نے اس عوامی مسئلہ پر آنکھیں بند کر کے نظرانداز کر دیا، پھر جب حکومت کی طرف سے ردعمل سامنے آیا تو میڈیا نے ہوس زر کی خاطر خوب پروپیگنڈہ کیا، اس دوغلی پالیسی سے واضح ہوا کہ ہوس زر کے حصول میں سبقت لینے والے میڈیا کا افغان عوام کے مسائل اور مشکلات سے کوئی سروکار نہیں بلکہ ڈالر کو ہضم کرنے کے لئے بڑی خوشی سے طالبان کیخلاف کسی پروپیگنڈے سے گریز نہیں کرتا مالی منفعتوں کے لالچی میڈیا نے بے وقوفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ طالبان تعلیم کے دشمن ہیں اور نہیں چاہتے کہ تعلیم عام ہو، اسکول کھلے ہو، ان مجرمانہ غفلت برتنے والے میڈیا کی خدمت میں عرض ہے کہ تعلیم طالبان کے زیرکنٹرول علاقوں میں معیاری، مفت اور عام ہے، آپ کی غلام حکومت اور بے بس انتظامیہ اکثر صوبوں میں صرف (جزیرہ نماز مین پر) اختیار رکھتی ہے اس کا دائرہ اختیار صرف صوبوں اور ضلعوں کے ہیڈکوارٹرز تک محدود ہے، گورنر حضرات کابل سے اپنے صوبائی دارالحکومتوں تک طیاروں کے ذریعے سفر کرتے ہیں اسی طرح کمیشنر بھی اپنے صوبائی دارالحکومت تک اس وقت تک سفر نہیں کرتا جب امریکی قافلہ نہیں جاتا۔

سیکورٹی اہلکار بھی اپنے چیک پوسٹوں تک محدود ہیں چیک پوسٹوں کے اندر دن کو نیند اور رات کو چرس پینے پر گزارتے ہیں، باقی اضلاع اور علاقے مکمل طور پر طالبان کے زیرکنٹرول ہیں جس طرح یہ علاقے طالبان کے زیرکنٹرول ہیں تو لازماً ان علاقوں میں موجود اسکول اور کالج بھی طالبان کی نگرانی میں ہونگے مثال کے طور پر لوگر، پکتیا، اور دیگر صوبوں کے اکثر مضافاتی علاقے طالبان کے زیرکنٹرول ہیں، ان علاقوں میں اسکول طالبان کی زیرنگرانی چل رہے ہیں، جو عناصر طالبان کو تعلیم دشمن قرار دیتے ہیں ان سے میرا استفسار ہے کہ اگر طالبان واقعی تعلیم دشمن ہے تو پھر افغانستان میں کوئی ایک اسکول بچ سکتا ہے؟

طالبان جب کابل کے گرین زون میں امریکی سفارتخانے پر حملہ کر سکتے ہیں، برطانوی سفارتخانہ بآسانی نشانہ بنا سکتا ہے، کرزئی کو اپنے صدارتی محل میں بھگا سکتا ہے، تو کیا افغانستان کے طول وعرض میں ہزاروں اسکولوں کو نہیں اڑا کر تباہ نہیں کر سکتے؟ یہ جو میڈیا رپورٹیں شائع کر رہا ہے کہ افغانستان میں لاکھوں بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ طالبان کا تعلیمی اداروں سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ہی طالب تعلیم دشمن ہے، اگر طالبان اسکولوں کو اڑاتے تو اب اسکول کے نام سے کوئی عمارت نہیں بچتی کیونکہ سیکورٹی نقطہ نگاہ سے ان اداروں کو نشانہ بنانا بہت آسان کام ہے، یہ جو کبھی کبھار ہم تعلیمی اداروں کے اڑانے کی خبریں سنتے رہتے ہیں، میں سمجھتا ہوں اس کی چند وجوہات ہو سکتے ہیں۔ عام طور پر رات کی تاریکی میں نامعلوم افراد اس طرح کے جرائم میں ملوث پاتے ہیں چند دن پہلے ایک دوست نے کابل کی وزارتوں میں رشوت ستانی کی کہانیاں سنائی، بطور مثال ایک واقعہ آپ کے سامنے پیش خدمت ہے کہ کابل کے شمال میں ایک سکول کی عمارت کی منظور دی گئی، پی سی ون تیار ہوا، ٹینڈر بھی ہوا نقشہ بھی تیار ہوا ٹھیکدار کو ٹھیکہ دیا گیا عمارت کی تکمیل کی رپورٹ دے دی تو معلوم ہوا کہ ایک اینٹ کا کام بھی نہیں ہوا ہے، تمام کاروائی جعلی تھی، سکول کے نام پر رقم ہڑپ ہوگئی۔ اس واقعہ نے میرے ذہن میں اس خیال کو یقین میں تبدیل کر دیا کہ اعلیٰ حکام اور ٹھیکیدار مشترکہ طور پر خورد برد میں ملوث ہیں ان جرائم میں بھی یہ عناصر ملوث ہیں تاکہ ان تباہ شدہ عمارتوں کی دوبارہ تعمیر پر بھاری رقوم بٹورتے رہے، جس طرح امریکہ کو تیل لے جانے والے کنٹینرز کے مالکان خود اپنے کنٹینرز کو جلاتے ہیں۔

کئی مرتبہ اس طرح بھی ہوا ہے کہ امریکی فورسز اور افغان آرمی نے تعلیمی اداروں کو بطور مورچہ استعمال کیا ہے مثلاً صوبہ زابل کے ضلع نوبہار اور دیگر علاقوں میں پرانے سکولوں میں مورچے بنائے ہیں ،اسی طرح ہلمند، کندہار اور دیگر علاقوں کے متعلق خبروں میں متعدد بار یہ سنا گیا ہے کہ فلاں علاقے میں طالبان نے [سکول کے مورچے] پر حملہ کیا اس سے پتہ چلا کہ بہت سارے علاقوں میں وہ تعلیمی اداروں کو بطور مورچے بھی استعمال کرتے ہیں ان حالات میں طالبان بہ امر مجبوری ان ادروں کو نشانے پر لیتے ہیں۔

> کمیشن کی ذمہ داری ہے کہ قوم کے نونہالوں کو پیار، شفقت اور مہربانی سے تعلیمی اداروں کی طرف راغب کریں، سختی اور جبر سے کام نہ لیا جائے، قوم پر ملکی اور بیرونی دشمنوں نے مظالم ڈھائے ہیں لہٰذا مہربانی کیساتھ بلایا جائے۔

بعض لوگ سوال اٹھاتے ہیں کہ کیوں جنوبی اضلاع میں سکول کم ہیں اس کو وہ بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ طالبان نے بند کیا ہے سو اس حوالے سے کہنا چاہے کہ وہ تعلیمی ادارے جو پہلے کھل گئے تھے بعد میں اساتذہ اور حکومت کے درمیان تنخواہ پر جھگڑے کی وجہ سے بند ہو گئے ہیں، طالبان نے کبھی بھی بند نہیں کیا ہے لیکن دور دراز علاقوں میں تو ویسے بھی یہ مشکلات ہیں کہ کوئی سکول کی عمارت ہے اور نہ ہی اساتذہ ہیں البتہ وہ علاقے جہاں طالبان کا تسلط ہو وہاں سرکاری محکمہ تعلیم کی عدم دلچسپی سے تعلیمی ادارے تباہ ہو گئے ہیں لہذا طالبان پر تعلیمی اداروں کو بند کرنے کا الزام بالکل خلاف حقیقت ہے، طالبان کا کہنا ہے کہ ہم جہاد کے مقدس فریضہ میں مصروف ہیں ان گھمبیر حالات میں بھی ممکن حد تک کوشش کرتے ہیں کہ تعلیمی اداروں کو فعال کیا جائے مگر ان حالات میں کتابوں کی چھپائی اور اساتذہ کی تنخواہوں کی بھاری رقم برداشت نہیں کر سکتے، البتہ اگر کوئی ان کے زیر کنٹرول علاقوں میں اسلامی اصولوں کے مطابق تعلیم گاہیں کھول دینا چاہیں ہمیں اعتراض نہیں ہے۔

یہ طالبان کا پورے ملک میں عمومی پالیسی ہے، اس پر چند مخصوص نمک خور کالم نگاروں کے علاوہ تمام افغان ملت کو اعتراف ہے ۔طالبان نے صرف افغان قوم کے نونہار بچوں کی تعلیم کی خاطر اجازت دی ہے۔جس کی وجہ سے طالبان کے مخالفین کی ناک میں بھی دم نہیں بھرتے، فاروق وردگ جو طالبان کے اینٹی کالم نویسوں کی طرح اپنے آپ کو افغان قوم کی نئی نسل کی تعلیم کا خیر خواہ سمجھتے ہیں کیا وہ اس کا اجازہ دے سکتا ہے کہ اس کی حکومت کے زیر کنٹرول علاقوں میں طالبان ایسے مدارس اور اسکول قائم کریں جس کا نصاب اور اساتذہ ان کی طرف سے ہو؟ فاروق وردگ کو اس کا اعتراف کرنا چاہے، طالبان نے عملی طور پر اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں نئی نسل کے مستقبل کی خاطر سرکاری تعلیمی اداروں کو اجازت دی ہے، اب آپ فیصلہ کریں کہ کون افغان قوم کی نئی نسل کی تعلیم کے بارے میں سنجیدہ اور ہر قربانی کے لئے تیار ہے؟

ان حقائق کو سامنے رکھ کر یہ کہنا چاہئے کہ نمک خوری کا حق ادا کرنے کے لئے انہیں اس طرح کی سفید جھوٹ نہیں بولنا چاہے جس سے وہ اپنی باشعور قوم اور اپنے مردہ ضمیر کو جھوٹا اور شرمندہ ہو، یہ تو اوبامہ کی ڈیموکریٹک پارٹی کی انتخابی مہم چلانے والے بے وقوفوں کو بھی پتہ ہے کہ طالبان تعلیم کے مخالف نہیں ہیں، اس لئے اس جھوٹ اور پروپیگنڈے سے گریز کرنا چاہے جو کسی کے لئے قابل قبول نہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس اہم مسئلے کے حوالے سے طالبان کا موقف بھی قارئین کے سامنے پیش کردو، طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے الامارہ ویب سائٹ میں ایک سوال کے جواب میں اس طرح لکھا ہے:

!ہم کہیں بھی تعلیمی اداروں کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے وہ اسکول جو جنگ اور بدامنی کی وجہ سے بندرہ گئے ہیں جہاں جنگ قدرے کم ہووہاں امارت اسلامی کے مجاہدین نے تعلیم کے لئے کوئی نقصان نہیں پہنچایاہے،اب بھی صوبہ غزنی میں ہمارے زیرتسلط علاقوں میں سینکڑوں سکول کھلے ہیں اگرہم چاہیں تو مشکلات پیش کرسکتے ہیں کیونکہ یہ تمام تعلیمی ادارے انڈڑ،گیلان،قرباغ،مقراور دیگر ضلعوں میں ہیں جہاں مجاہدین بہت منظّم طریقے سے موجود ہیں مگرامارت اسلامی کی کوئی ایسی پالیسی نہیں ہے جوتعلیم کی راہ میں رکاوٹ بنیں بلکہ ممکن حدتک تعاون بھی کررہے ہیں۔

ہمارے دستورمیں تعلیم اورتربیت کے حوالے سے چندشقوں میں کچھ اس طرح لکھاہے:

۲۶:جس علاقے میں سکول ہوتووھاں اساتذہ اور کتابوں کواپنے نگرانی میں لیاجائے۔بندکرنے سے گریز کیاجائے بلکہ جہاں تک ممکن ہواعانت کی جائے۔

۲۷:وہ علاقے جوامارت اسلامیہ کے زیرکنٹرول ہیں وہاں ہرشخص کوسکول کی بنیادرکھنے،قیام ورتعاون کرنے کی اجازت ہے،البتہ نظام تعلیم کےصوبائی منتظم سے رابطہ کرکے اجازت لیناضروری ہے۔

۳۸: تعلیم اورتربیت کے کمیشن کو پابندکیا جاتاہے کہ وہ دورجدید کی ضرورتوں کے مطابق افغان مجاہدقوم کے نونہالوں کے لئے عصری تعلیم دینے،تعلیمی اداروں کوقائم کرنے اورسرپرستی کرنے کے لئے ترجیحی بنیادوں پراقدامات کریں۔

۴۱: تعلیمی کمیشن کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان تمام پرائیوٹ مدرسوں،اسکولوں،کالجوں اور یونیورسٹیوں کوپڑھائی کی اجازت دے، ان کے روزمرہ کاموں میں مداخلت نہ کریں بلکہ منتظمین کے عزم اور جذبے کی قدرکریں۔

۴۲: کمیشن کی ذمہ داری ہے کہ قوم کے نونہالوں کوپیار،شفقت اورمہربانی سے تعلیمی اداروں کی طرف راغب کریں،سختی اورجبرسے کام نہ لیاجائے،قوم پرملکی اوربیرونی دشمنوں نے مظالم ڈھائے ہیں لہٰذامہربانی کیساتھ بلایاجائے۔

۵۲: صوبائی منتظم تعلیم کوپابندکیا جاتیا ہے کہ وہ ان علاقوں میں جہاں تعلیمی سرگرمیاں جاری ہووہاں علماء اوردانشوروں پرمشتمل ایک وفدبھیج دیں تاکہ قوم کوعلم،تعلیم اوراسکول کی اہمیت سے اگاہ کریں اورسرمایہ دارافرادکوپرائیوٹ سکول اورمدرسے کوقائم کرنے کی ترغیب دیں اورصوبائی منتظم پابندہے کہ وہ اپنے تمام معملات میں مرکزی کمیشن کی اطاعت کریں۔

۵۳: ضلعی نگران پابندہے کہ وہ علاقے کے مدارس اورسکولوں کا ایک ماہانہ دورہ کریں البتہ جنگ کی صورتحال میں استثنیٰ ہے کیونکہ اس وقت لوگوں کادھیان سکولوں کی طرف نہیں ہوتاجیسے صوبہ ہلمند کے باسی جوجنگ اوربمباری کی وجہ سے اپنے علاقے چھوڑکرگئے ہیں اورہزارہ رہنے والے علاقوں کاسبب بھی یہی ہے کہ وھاں غیرملکی فوجیں نہیں جاتیں،جس کیساتھ لڑائی چھڑجائے،اورنتیجے میں لوگ تعلیمی اداروں کو بندکریں،اب اس سنگین صورتحال میں کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین ایک طاقت وردشمن سے نبردآزماہیں اورہرروزسروں کی قربانی دے رہے ہیں تووہ تعلیمی میدان میں مزیدکیاکرسکتے ہیں جن سے آپ کی امیدیں وابستہ ہیں۔

امیدہے کہ وہ لوگ جوملکی حالات کوصرف مغربی میڈیاکے واسطے دیکھ اورسن رہے ہیں وہ اپنی رائے میں تبدیلی لائیں یہاں اجائیں اورسب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

☆......☆......☆

کرزئی اور اوباما کے مابین

اسٹریٹیجک معاہدے پر دستخط پر امارت اسلامیہ کا ردعمل

گزشتہ دنوں جب کہ رات کا نصف حصہ گزر چکا تھا بارک اوباما اور کٹھ پتلی صدر حامد کرزئی نے اسٹریٹیجک معاہدے پر دستخط کئے۔ امارت اسلامیہ جو اس معاہدے کو نام نہاد صدر کی جانب سے اپنے قابض آقا پر افغانستان کو بیچنے کے مترادف قرار دیتی ہے اور اس کی پرزور الفاظ میں مذمت کرتی ہے اور درج ذیل شقوں کیساتھ ردعمل کا اظہار کرتی ہے۔

1: امارت اسلامیہ آزاد افغان عوام کی تائید سے اپنی بھرپور قوت کیساتھ اس غیر قانونی معاہدے کی شقوں کے خلاف افغانستان سے تمام قابض قوتوں اور اس کے زرخرید غلاموں کے نکالنے اور بھگانے تک مسلح مزاحمت جاری رکھے گی۔

2 : امارت اسلامیہ کابل کی کٹھ پتلی حکومت کے صدر کو ایک تنخواہ دار مزدور کی حیثیت سے جانتی ہے، ان کے تمام فیصلوں اور اپنے آقا کے ساتھ افغانستان سے متعلق اس طرح کے معاہدوں کو اپنے ملک کی خودمختاری اور قومی حاکمیت کی فروخت سمجھتی ہے۔

3 : افغانستان پر عملاً غیر ملکی طاقتیں قابض ہیں، افغانستان کی سرزمین سے اوباما کا رسمی طور پر اپنے عوام کو خطاب اس کا واضح ثبوت ہے، لہٰذا اس سرزمین پر غاصب قوتوں کی جانب سے مسلط شدہ غلاموں کی افغان عوام کے لئے کوئی شرعی، قانونی اور ملی حیثیت نہیں اور نہ ہی اپنے آقا کے ساتھ معاہدوں کا کوئی اعتبار ہے۔

4 : دراصل قابض امریکی فوجیوں کی یلغار سے افغانستان کے تمام اختیارات ان کے پاس ہیں، وہ دس سال سے دنیا کو اس طرح ورغلا رہے ہیں کہ اب افغانستان میں ایک آزاد حکومت اور نظام قائم ہے اور یہی نظام ہمیں افغانستان میں رہنے اور اسٹریٹیجک معاہدے کرنے کا جواز فراہم کرتا ہے۔

5 : قابض قوتوں اور کٹھ پتلی حکومت کے درمیان اسٹریٹیجک معاہدے پر دستخط کرنا افغانستان اور خطے کے لئے آگ بھڑکانے، جنگ کو دوام بخشنے اور شدید بدانتظامی و سیاسی عدم استحکام پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے، اور یہ سب کچھ امریکہ اپنے استعماری مقاصد اور اہداف کے حصول کی غرض سے افغانستان اور خطے کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہے۔

6 : افغانستان میں امریکہ اور اتحادی افواج کو ان کی مسلط کردہ جنگ نے انہیں حیران کن جانی اور مالی نقصانات پہنچائے، اس معاہدے کے بعد ان کے جانی و مالی نقصانات اور بڑھ جائیں گے اور انہیں اپنے عوام کی امنگوں کے مطابق کچھ ہاتھ نہیں آئیگا۔

7 : افغانستان اور خطے میں بدامنی کا سبب غیر ملکی قوتوں کی موجودگی ہے، کسی بھی بہانے سے جب تک یہ یہاں پر رہیں گے اسی طرح افغانستان اور خطے میں آگ کی شعلے بھڑکتے رہیں گے، اور جس طرح کسی علاقے سے ان کا انخلاء ہوتا ہے وہاں امن کے امکانات پیدا ہوتے ہیں۔

8 : امارت اسلامیہ، افغانستان اور خطے میں امن کا قیام امریکہ کی جانب سے مسلط کردہ جنگ اور اس کے اسباب کے خاتمے میں سمجھتی ہے، اسی لئے امریکہ اور اتحادی افواج کے خلاف برسرپیکار ہیں اور یہ مقدس جہاد افغانستان سے غاصب قوتوں کے نکالنے تک جاری رہے گا کیونکہ وہ دلیل اور افہام و تفہیم کی بجائے طاقت کی زبان سمجھتی ہے۔ والسلام۔

امارت اسلامیہ افغانستان

☆......☆......☆

عبدالرؤف حکمت

اروزگان

جہادی احساسات کی سرزمین

اروزگان کا شمار افغانستان کے مرکزی صوبوں میں ہوتا ہے۔اس کی سرحدیں قندہار، ہلمند، دایکنڈی، زابل اور غزنی سے ملتی ہیں 22492 مربع کلومیٹر رقبے پر مشتمل اس صوبے میں چار لاکھ نفوس رہتے ہیں۔ اروزگان کے اکثر علاقے پہاڑی ہیں۔معاشی لحاظ سے یہاں کے عوام نہایت کمزور ہیں۔

2004 میں کرزی حکومت نے اس صوبے کے ایک حصہ الگ کرکے ''دایکندی'' کے نام سے نیا صوبہ بنادیا۔اب یہ صوبہ دہراود، چارچینو، چنارتو اور خاص اروزگان کے پانچ اضلاع پر مشتمل ہے۔ اروزگان کا مرکز ترین کوٹ ہے جسے مقامی لوگ ''تری'' کہتے ہیں۔

اروزگان کو اللہ تعالی نے فطری طور پر جہادی احساسات سے نوازا ہے سوویت یونین کے خلاف بھی اروزگان مجاہدین کا ایک مضبوط مورچہ رہا اور اب امریکی غاصبانہ قبضے کے خلاف بھی یہ سرزمین انتہائی اہم علاقہ سمجھا جاتا ہے جس دن سے کابل کے کٹھ پتلی صدر حامد کرزئی نے ''دہراوذ'' میں امریکی سایہ تلے اپنا جھنڈا گاڑھا اور اسلامی امارت نے ضلعی سطح پر اس کے خلاف کارروائیوں کا آغاز کیا تب سے اب تک اروزگان میں جہادی عمل پوری کامیابی سے رواں دواں ہے۔اور ہر سال گذشتہ سے بڑھ کر کامیابی اور ترقی کی جانب گامزن ہے۔ ابھی اس وقت بھی اروزگان کے مرکز سے تمام اضلاع میں امارت اسلامی کی تشکیلات فعال ہیں اور اپنے روزمرہ کے فرائض کی انجام دہی میں پوری تندہی سے مصروف ہیں۔ اروزگان کے مرکز ترین کوٹ کے مضافات میں واقع دروشان، سرمرغاب اور مراد آباد کے اہم اور وسیع علاقے مجاہدین کے مکمل کنٹرول میں ہیں۔ یہ وہ علاقے ہیں جہاں ہمیشہ دشمن کو بم دھماکوں، میزائل اور مورچہ بند حملوں کا سامنا رہتا ہے۔اس پر مزید یہ کہ ترین کوٹ کے شہر میں بھی مجاہدین کی گوریلا کارروائیاں ہوتی رہتی ہیں۔حال ہی میں چند ماہ تک اس شہر میں دشمن پر عمومی حملوں اور فدائی حملوں کے ساتھ ساتھ گوریلا حملے بھی کئے گئے۔ جن میں دشمن کے انتہائی اہم ایجنٹ ہلاک ہوچکے ہیں۔ مثلا گذشتہ دو مہینوں میں امریکی رسد کے معروف ٹھیکیدار احمد اللہ، انٹیلی جنس اہلکار ہاشم خان، سابق سینیٹر خیر اللہ خان، دشمن کے ایک اہم فوجی کمانڈر تورجان سمیت کئی دوسرے حکومتی اہلکار ہلاک ہوگئے۔

> اروزگان میں مجاہدین کے نمائندۂ اطلاعات محمد آصف کا کہنا ہے کہ اروزگان میں جہادی کوششیں پوری طرح قابل فخر ہیں۔ انہوں نے یاد دلایا اور کہا کہ مارچ کے مہینے میں جب شدید سردی تھی پھر بھی دشمن پر حملوں کی شدت میں کمی نہیں آئی اور دشمن سکھ کا سانس نہ لے سکا۔اب اپریل کے مہینے میں جب موسم بھی خوشگوار رہا تو دشمن پر حملوں میں دوگنی شدت آگئی ہے۔

اروزگان میں صرف دہراود وہ علاقہ ہے جہاں دشمن نے بہت زیادہ قوت جمع کررکھی ہے اور مجاہدین وہاں علی الاعلان اقتدار نہیں رکھتے، مگر دوسرے اضلاع چورہ، خاص اروزگان، اور چارچینو کے مراکز اور کچھ دوسرے مضافات کے اہم شاہراہوں سمیت اکثر علاقوں پر مجاہدین کا

کنٹرول ہے۔

گذشتہ دس سالوں میں جب دشمن صوبائی دارالحکومتوں اور مراکز کے مضافات اپنے زیرنگین لانے میں ناکام ہوا تو اس نے دیہی علاقوں میں اپنے جاسوس اور ایجنٹ پیدا کرنے شروع کیے تاکہ وہاں کے عوام کو مجاہدین سے لڑادیا جائے۔ مگر افغانستان کے دوسرے علاقوں کی طرح اروزگان میں دشمن کا یہ منصوبہ پوری ناکامی سے دوچار ہوا۔ دشمن نے بہت زیادہ مصارف کر کے جو چند ایجنٹ تیار کروائے تھے اب آہستہ آہستہ وہ بھی ان کی صفوں سے نکل کر مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال کران سے مل رہے ہیں۔

اروزگان میں مجاہدین کے نمائندۂ اطلاعات محمد آصف کا کہنا ہے کہ اروزگان میں جہادی کوششیں پوری طرح قابل فخر ہیں۔ انہوں نے یاددلایا اور کہا کہ مارچ کے مہینے میں جب شدید سردی تھی پھر بھی دشمن پر حملوں کی شدت میں کمی نہیں آئی اور دشمن سکھ کا سانس نہ لے سکا۔ اب اپریل کے مہینے میں جب موسم بھی خوشگوار رہا تو دشمن پر حملوں میں دوگنی شدت آگئی ہے۔

اس ماہ صرف اروزگان کے صوبے میں دشمن پر 35 چھوٹے بڑے حملے ہوئے، جس میں 54 کٹھ پتلی اور 18 غیرملکی فوجی ہلاک ہوگئے جبکہ 25 کٹھ پتلی فوجی ان حملوں میں زخمی ہوئے۔ اس مہینے میں دشمن کی 15 جنگی گاڑیاں مختلف حملوں میں تباہ ہوگئیں۔ دشمن اپنی 5 چیک پوسٹوں کو چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوا۔ اس مہینے میں 14 کٹھ پتلی فوجی اپنے ہتھیاروں سمیت مجاہدین سے آملے۔ اسی طرح دشمن کا ایک بغیر پائلٹ جنگی طیارہ مجاہدین کے درازنوف گن کا نشانہ بن کر گرا۔

درجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اروزگان میں حالات دشمن کے پروپیگنڈے کے برخلاف مجاہدین کے حق میں ہیں۔ اروزگان جو ایک پہاڑی علاقہ ہے اپنی فطرت میں دینی اور جہادی جذبہ رکھتا ہے۔ باوجود اس کے کہ دشمن نے اس علاقے پر بھرپور توجہ دی ہوئی ہے اور پروپیگنڈے کے ذریعے پوری طرح کوشش کررہا ہے کہ یہاں کے لوگوں کو ان کے جہادی مزاج اور جذبے سے ہٹادیا جائے مگر اب تک اس پروگرام میں انہیں کوئی کامیابی نہیں ملی۔ حقیقت میں اروزگان کے عوام کا یہ فطری دینی جذبہ اور مجاہدین سے محبت کا ثبوت ہے کہ اس صوبے میں جہادی کارروائیاں بھرپور بقاء رکھتی ہیں۔ اور مزید قوت پکڑ رہی ہیں۔

اس ماہ صرف اروزگان کے صوبے میں دشمن پر 35 چھوٹے بڑے حملے ہوئے، جس میں 54 کٹھ پتلی اور 18 غیرملکی فوجی ہلاک ہوگئے جبکہ 25 کٹھ پتلی فوجی ان حملوں میں زخمی ہوئے۔ اس مہینے میں دشمن کی 15 جنگی گاڑیاں مختلف حملوں میں تباہ ہوگئیں۔ دشمن اپنی 5 چیک پوسٹوں کو چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوا۔

☆......☆......☆

☆ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ استغفار پڑھنا افضل ہے یا تسبیح پڑھنا۔
انہوں نے جواب میں فرمایا:
میلے کپڑوں کو صابن کی ضرورت ہوتی ہے خوشبو کی نہیں۔

☆ ہمیشہ سچ بولو تاکہ تمہیں قسم کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔

☆ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دین جہاد کے بغیر بھی غالب آسکتا ہے یا باقی رہ سکتا ہے وہ وہی ہیں وہ اس دین کے مزاج کو نہیں سمجھتے۔

فرانس کے صدارتی انتخابات میں سرکوزی کی شکست کے اسباب

سیف العادل احرار

امریکہ کیساتھ اسٹرٹیجک معاہدے کے عواقب

البدر آپریشن کامیابیوں کو سمیٹتے ہوئے 2011ء اختتام کو پہنچا، 2012ء کا آغاز ہوا تو امارت اسلامی افغانستان نے نئے سال کی منصوبہ بندی اور جنگی حکمت عملی کو تراشتے ہوئے ''الفاروق آپریشن'' کے آغاز کا اعلان کیا اسی دوران امریکی صدر اوباما غیر اعلانیہ طور پر کابل کے دورے پر آیا۔ بگرام ایئربیس سے ان کی نشر کردہ تقریر کو متعدد اہم پیغامات پہنچانے کے لئے تحریر کیا گیا تھا، اپنے جنگ سے تھکے ہوئے عوام کو انہوں نے یقین دلایا کہ جنگ کا اختتام نظر میں ہے، سب سے اہم طور پر اوباما نے طالبان کو بات چیت کے لئے ایک کھلے دروازے کی پیش کش کی۔

اوباما کے دورے کے دو اہم مقاصد تھے، افغان امریکہ اسٹرٹیجک معاہدہ اور مصالحتی عمل، اسٹرٹیجک معاہدے پر امریکی صدر اور نام نہاد افغان صدر نے دستخط کئے، اس معاہدے میں 2014ء میں سیکورٹی ذمے داری افغان حکومت کو منتقل کرنے کی توثیق کی گئی ہے جب کہ امریکہ سے عہد لیا گیا ہے کہ وہ ۲۰۱۴ء کے بعد دس برس تک [افغانستان کو] فوجی اور معاشی سپورٹ فراہم کرے گا۔ ٹوٹتے جڑتے مذاکرات کے بیس ماہ بعد تیار کئے گئے اس معاہدے میں دونوں ممالک کے مابین 2014 کے بعد تعلقات کی نوعیت کی تعین کی کوشش کی گئی ہے مگر اس معاہدے میں 2024ء تک فوجی تربیت اور ساز وسامان اور ترقیاتی تعاون کی فراہمی کی پیشکش کے علاوہ دیگر امور کی مفصل وضاحت موجود نہیں ہے، اس میں فنڈز کی سطح یا فوجی دستوں کی تعداد کا کوئی ذکر نہیں ہے، چنانچہ اسے اور فورسز کے اسٹیٹس کی بابت ایک معاہدے کو چھوڑ دیا گیا ہے جس پر ایک مزید تفصیلی معاہدے کے حصے کے بطور آئندہ سال بات چیت کی جائے گی۔

امارت اسلامی افغانستان نے اس معاہدے کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے افغانستان میں غاصبیت کو قانونی حیثیت مل رہی تھی اور خبردار کیا کہ اس سے مزید عدم تحفظ اور سیاسی عدم استحکام کی راہ ہموار ہوگی۔ اوباما کی کابل آمد پر مجاہدین نے ہنگامی طور پر متعدد فدائی حملوں سے استقبال کیا اور ہزاروں ٹن بارودی مواد سے درجنوں ملکی وغیر ملکی فوجیوں کو قربان کرکے ان کو سلامی دی، طالبان ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے کابل پر مسلح حملے کو بھی اوباما کیلئے ایک واضح پیغام قرار دیا کہ وہ افغانستان میں مستقل بیسز کا تصور بھی ذہن سے نکال دیں۔

> **فرانس کے مسلمان اپنے نئے صدر فرنکوئس اولاند سے یہ امید کررہے ہیں کہ وہ سرکوزی کی اسلام مخالف پالیسیوں کو جاری نہ رکھتے ہوئے اعتدال پسندی کا رویہ اختیار کریں گے اور ان کے دور میں اسلام مخالف پالیسیوں کا خاتمہ ہوگا**

اسٹرٹیجک معاہدے کے مبہم پہلو اس بات کے عکاس ہیں کہ مشکل معاملات کو بعد کیلئے موخر کر دیا گیا ہے۔ ہمسایہ ملک ایران نے بھی اس معاہدے کی شدید مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس معاہدے سے پڑوسی ملکوں میں عدم استحکام بڑھے گا، معاہدے میں نہ صرف افغانستان کے سیکورٹی مسائل کا حل موجود نہیں بلکہ اس سے افغانستان میں امن وامان کی صورتحال مزید خراب ہوگی۔

دس سال تک افغانستان میں جانی ومالی نقصانات چاٹنے کے بعد امریکہ اس نقطہ تک پہنچا کہ افغان مسئلہ سیاسی ہے اسے مذاکرات کے

ذریعہ حل کیا جاسکتا ہے ،امریکہ کی وعدہ خلافی کے باعث طالبان اورامریکہ کے درمیان مذاکرات پرڈیڈلاک پیدا ہوا،طالبان نے واضح کیاہے کہ وہ بامقصد مذاکرات توکریں گے لیکن امن کے لئے بھی امریکہ سے بھیک نہیں مانگیں گے،امارت اسلامی نے امریکہ کی مصالحانہ کوششوں کے جواب میں جو پالیسی اپنائی ہے اس کی وجہ سے امریکہ مزید جھلاہٹ کا شکار ہورہا ہے کیونکہ طالبان قیادت اب محفل کی خاص باتیں بھی افشاء کررہی ہے جس سے امریکیوں کی سبکی ہورہی ہے کہ وہ امریکہ جوطالبان کوکچلنے کے لئے امریکہ سے افغانستان کا سفر بڑے طمطراق سے کرکے آیا تھا آج اس کی حالت یہ ہوچکی ہے کہ وہ طالبان قیادت سے اس پیشگی شرط کے ساتھ مذاکرات کررہا ہے جس میں وہ خودطالبان کورہا کرنے کی ضمانت دے رہاہے،طالبان قیادت بڑے ٹھوس انداز سے بات کوآگے بڑھارہی ہے،دلچسپ بات یہ ہے کہ طالبان نے خودکوسفارتکاری کےلحاظ سے بھی کافی بہتر کرلیاہے جس کاثبوت یہ ہے کہ وہ امریکہ کے ساتھ امن مذاکرات کومسترد نہیں کررہے تاہم وہ کسی بھی طورامریکہ کے سامنےگھٹنے ٹیکنے کوبھی تیارنہیں،اگرمذاکرات کی میز سجے گی تووہی ہوگاجس کاطالبان تقاضا کرچکے ہیں طالبان اس عمل کونہایت ہوشیاری کیساتھ اعتمادکی بحالی قراردے رہے ہیں۔

گزشتہ ماہ یعنی اپریل کے آخری عشرے میں فرانس میں صدارتی انتخابات کا پہلامرحلہ ہواجس کے نتائج خاصے دلچسپ اوراہم تھے،ان انتخابات میں صدارتی عہدے پرفائزحکمران نکولس سرکوزی اپنے مدمقابل فرانسواولاند سے شکست کھاگئے،سرکوزی کی اس ناکامی کوعالمی منظرنامے بالخصوص یورپ کے سیاسی پس منظر میں بہت اہمیت دی جارہی ہے،ان انتخابات کے نتائج یورپی یونین کے لئے بھی قابل ذکراہمیت کے حامل ہیں ،یورپی یونین میں طاقت کاتوازن تبدیل ہوسکتاہے۔سرکوزی کی شخصیت شروع ہی سے متنازعہ اور بہت سے سکینڈلز کا شکار رہی۔وہ اسلام مخالف اورتعصب پسند شخص تھاجس کے دل میں اسلام اورمسلمانوں کیخلاف نفرت آمیز جذبات چھپے ہوئے تھے جبکہ اس کی پالیسیاں تارکین وطن کے بھی خلاف تھیں۔

سرکوزی کے دور حکومت میں اسکولوں اور کالجوں میں مسلمان لڑکیوں کے اسکارف اوڑھنے اوراورمسلمان خواتین کے حجاب پہننے پر پابندی عائد کی گئی جس کی مثال دنیا کے کسی قانون میں نہیں ملتی اسلام مخالف قانون نافذ ہونے کے بعدسرکوزی حکومت یہ تصور کررہی تھی کہ فرانس میں رہنے والی مسلمان خواتین سزا کے ڈر سے حجاب پہننا چھوڑ دیں گی مگرحکومت کواس وقت شدید مایوسی کا سامنا کرناپڑاجب کسی سزا کی پرواہ کئے بغیرکئی مسلمان خواتین حجاب پہنے پبلک مقامات پر نکل آئیں ،مسلمان وہ دور کبھی نہیں بھولیں گے جب فرانس میں حجاب میں ملبوس مسلمان خواتین کی تذلیل کرتے ہوئے انہیں گرفتارکرکے زبردستی حجاب اتارنے پرمجبور کیا گیا ،سرکوزی دور حکومت میں قانون منظور کیا گیا کہ سرکاری تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے بچوں کے ساتھ ان کی مائیں حجاب پہن کرنہیں آسکیں گی جبکہ اسکول کی لڑکیاں بھی لمبی اسکرٹس نہیں پہن سکیں گی۔اس کے بعد حلال کھانوں کی باری آئی اور مسلمانوں کوحلال کھانوں سے بھی منع کیا گیا۔گزشتہ چندبرسوں میں اٹھائے جانے والے مسلم دشمنی پرمبنی

مسلمان وہ دور کبھی نہیں بھولیں گے جب فرانس میں حجاب میں ملبوس مسلمان خواتین کی تذلیل کرتے ہوئے انہیں گرفتارکرکے زبردستی حجاب اتارنے پر مجبور کیا گیا ،سرکوزی دور حکومت میں قانون منظور کیا گیا کہ سرکاری تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے بچوں کے ساتھ ان کی مائیں حجاب پہن کرنہیں آسکیں گی جبکہ اسکول کی لڑکیاں بھی لمبی اسکرٹس نہیں پہن سکیں گی ۔ اس کے بعد حلال کھانوں کی باری آئی اور مسلمانوں کوحلال کھانوں سے بھی منع کیا گیا۔

اقدامات سے مسلمان سخت پریشان تھے جبکہ خود اصل فرانسیسی باشندے بھی ڈولتی معیشت اور سرکوزی کی پالیسیوں سے نالاں تھے۔

فرانس براعظم یورپ کا جغرافیائی، سیاسی اور معاشی لحاظ سے نہایت اہم ملک ہے، جس کی آبادی چھ کروڑ ساٹھ لاکھ ہے جن میں تقریباً پچاس لاکھ مسلمان آباد ہیں جن میں سے زیادہ تر کا تعلق مراکش، تیونس اور الجزائر سے ہے، اسلام فرانس کا دوسرا بڑا مذہب ہے اور وہاں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، حالیہ فرانسیسی انتخابات میں سابق صدر نکولس سرکوزی کی ناکامی میں دو پہلو اہم ترین تھے۔ اول ملک کی خراب معاشی حالت دوم مسلمانوں سے مسلسل ناروا سلوک اور زیادتیاں۔ سرکوزی نے بدانتظامی پر قابو پانے کی بجائے اپنی توجہ اسلام فوبیا پھیلانے پر مرکوز رکھی۔

فرانسیسی لوگ سرکوزی انتظامیہ سے پوچھنے میں حق بجانب تھے کہ کیا مسلمان لڑکیوں کے حجاب اور ان کی عبادت گاہوں کے میناروں نے فرانسیسی معیشت کو برے حال سے دوچار کیا؟ انتخابات سے قبل سرکوزی کو بخوبی اندازہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی حمایت سے مکمل طور پر محروم ہو چکے ہیں سرکوزی کی زیادتیوں نے فرانسیسی مسلمانوں کو ایک ہونے پر مجبور کر دیا اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ سرکوزی کی شکست میں مسلمانوں کا کردار مرکزی رہا۔ اگر مسلمانوں کا منظّم ووٹ سرکوزی کو مل جاتا تو شاید وہ شکست سے دوچار نہ ہوتے۔ حال ہی میں شکاگو میں ہونے والی نیٹو کانفرنس میں نومنتخب فرانسیسی صدر فرنکوئس اولاند نے افغانستان سے فوج نہ نکالنے کے امریکی مطالبے کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ فرانس رواں سال کے اختتام تک افغانستان سے اپنی 3500 افواج واپس بلائے گا، دنیا کے دیگر ممالک بھی افغانستان سے انخلاء کا شیڈول دیں، انخلاء کے اعلان پر بات نہیں ہوسکتی یہ فرانس کی حاکمیت کا معاملہ ہے۔

اس کے علاوہ شگاگو کانفرنس ناکام ثابت ہوئی، کوئی اہم فیصلہ نہیں کرسکی اور نہ ہی دنیا کو افغان مسئلے کا کوئی نیا حل دے سکی، کانفرنس کیسی کامیاب ہوسکتی تھی جب وہاں فریق کی حیثیت سے طالبان ہی موجود نہیں تھے، سرکوزی کے مقابلے میں اولاند خاموش مزاج اور غیر متعصب سمجھے جاتے ہیں۔

فرانس کے مسلمان اپنے نئے صدر فرنکوئس اولاند سے یہ امید کر رہے ہیں کہ وہ سرکوزی کی اسلام مخالف پالیسیوں کو جاری نہ رکھتے ہوئے اعتدال پسندی کا رویہ اختیار کریں گے اور ان کے دور میں اسلام مخالف پالیسیوں کا خاتمہ ہوگا۔

دنیا کے دیگر ممالک کو بھی فرانس کی تقلید کرتے ہوئے جلد از جلد لایعنی جنگ میں اپنی فوجیوں کی قربانی دینے کی بجائے افغانستان سے نکالنے کا اعلان کریں۔ امریکہ بھی اگر یہاں سے باعزت واپسی چاہتا ہے تو پھر اس قسم کی شرائط محض نمود بلکہ بڑھکوں کیلئے تو اچھی ہیں لیکن اس طرز عمل سے بات آگے نہیں بڑھائی جاسکتی، اس کے لئے اب طالبان کی حقیقت کو تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔

شکست خوردہ دشمن آج خود بانگ دہل اعتراف کر رہا ہے کہ اسے افغانستان میں ایک منظّم مزاحمت کا سامنا ہے، اسی جنگ کی وجہ سے ہماری معیشت کی عمارت گرگئی، ہمارے اندر اب مزید لڑنے کی سکت نہیں رہی۔ اب باعزت واپسی ہی ہمارا مقصد ہے، ورنہ ہمارا شیرازہ بکھر کر انجام روس جیسا بلکہ اس سے بھی بدتر ہوگا۔

☆......☆......☆

☆ زندگی موت کی امانت ہے۔

☆ زمین کے اوپر عاجزی سے رہنا سیکھ لو زمین کے اندر سکون سے رہ پاؤ گے۔

افغانستان گذشتہ اپریل میں

احمد فارسی

اپریل کا مہینہ حسب سابق اپنے دامن میں کئی حادثات و واقعات سمیٹے گذر گیا۔ صلیبی دشمن کو اس ماہ کے دوران ایک بار پھر بھاری نقصانات کا سامنا رہا۔ مجاہدین کے کفر شکن حملوں نے صلیبی غارت گروں اور ان کے غلاموں کی ساری بے بسی اور ناتوانی دنیا کے سامنے کھول کے رکھدی۔ ایسے حالات میں دشمن کی وحشی کارروائیاں بھی حسب معمول جاری رہیں کثیر تعداد میں غاصب اور غلام افواج کی ہلاکتیں، کابل کے قلب میں مجاہدین کے کامیاب حملے اور فوجی ہیلی کاپٹروں کی تباہی یہ اس ماہ کی چند واضح کامیابیاں ہیں۔ جن کی تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

غاصب دشمن کے نقصانات

اس ماہ میں صلیبی لشکر کے 41 عدد وجی مجاہدین کے حملوں میں کام آئے جن میں 33 افراد امریکی اور بقیہ 8 کا تعلق دیگر صلیبی ممالک سے تھا۔ یہ وہ اعداد وشمار ہیں جن کا امریکی اور نیٹو ذرائع نے خود اعتراف کیا ہے۔ درحقیقت یہ اعداد وشمار اس سے بھی کہیں زیادہ ہیں مگر اس کے باوجود بھی 33 امریکی فوجیوں کی ہلاکتیں سال گذشتہ کے اپریل کے مقابلے میں ریکارڈ توڑ اعداد ہیں۔ امریکہ کے فوجی جانی نقصانات کی سب سے بڑی گنتی 2010 کے اپریل کی گنتی ہے جس میں 34 امریکی فوجی ہلاک ہوئے۔ اس سے قبل کبھی 20 سے زیادہ فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف نہیں کیا گیا۔ مذکورہ 41 ہلاکتوں کے بعد 2012 میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد بقول دشمن 138 کو پہنچ گئی ہے۔ جس میں 90 امریکی فوجی شامل ہیں۔

غلام فوج کو ہونے والے نقصانات:

نام نہاد ملی فوج (درحقیقت مزدور فوج) اور پولیس کی ہلاکتوں کی تعداد اس ماہ میں اتنی بڑھ گئی کہ ان کی صحیح تعداد چھپانے کے لیے ان کا ریکارڈ وزارت داخلہ ودفاع کے دفاتر سے غائب کر دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی صحیح تعداد معلوم نہ ہوسکی البتہ بہت سے جانی ومالی نقصانات کے ساتھ 6 اپریل کو کنڑ کے ضلع وٹہ پور کے مضافات میں نام نہاد شورائے عالی کے سربراہ کی ہلاکت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

مذکورہ واقعہ کے بعد 10 اپریل کو ہلمند کے ضلع موسی قلعہ کے پولیس کے سربراہ بھی ایک فدائی حملے میں ہلاک ہوا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مذکورہ شخص مجاہدین اور عام مسلمانوں کو ظلم وتعذیب میں ڈال کر شہید کرنے میں شہرت رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ شہداء کے اجسام کی بے حرمتی اور تذلیل سے بھی دریغ نہ کرتا تھا۔ کافی عرصے سے مجاہدین کو اس طرح کے موقع کا انتظار تھا جو بالآخر 10 اپریل کو میسر آیا۔

> اپریل ہی کو ایک اور ہیلی کاپٹر خوست کے ضلع "جاجی میدان" کے مضافات میں مجاہدین کے حملوں کا نشانہ بنا جس میں سوار 23 افراد ہلاک ہوگئے۔ دشمن نے اس واقعے کو انتہائی افسوسناک قرار دیا لیکن ہلاکتوں کے اعتراف سے حسب سابق انکار کیا۔

کنڑ اور مضافات میں مجاہدین کے انہیں حملوں کے بہ سبب کنڑ کے قریب صوبہ نورستان سے منتخب کابل کے مرکزی پارلیمنٹ میں موجود نورستان کے اراکین پارلیمنٹ نے 6 اپریل کو ذرائع ابلاغ اور حکومت کو بتایا کہ اگر انہوں نے ہنگامی اقدامات نہ کیے تو صوبۂ نورستان بہت جلد طالبان کے ہاتھ میں چلا جائیگا۔

مجاہدین کے حملے:

اپریل کی 15 تاریخ کو امارت اسلامیہ افغانستان کے 30 سرفروش

فدائی مجاہدین نے کابل شہر کے قلب میں پارلیمنٹ او غاصب قوتوں کے سفارتخانوں سمیت مختلف علاقوں میں صلیبی مراکز اور کٹھ پتلی فوج کے ٹھکانوں کو اپنے حملوں کا نشانہ بنایا

حامد کرزئی نے 24 گھنٹے بعد دنیا کے سامنے آ کر ان حملوں کو اپنی اور اپنے آقاؤں کی ناکامی قرار دیا۔ اسی طرح غلام پارلیمنٹ کے سیکیورٹی کے شعبے نے بھی اپنی ناکامی کا اعتراف کیا اور اس کارروائی کی روک تھام میں ناکامی کی ذمہ داری ایک دوسرے کے کاندھوں پر ڈالتے رہے۔ ان سیاسی اور عسکری مبصرین نے جو نام نہاد ملی اردو، افغان ملیشیا اور پولیس کی بہادری کے جھوٹے سچے واقعات سنا کر لاف زنی کرتے رہتے ہیں کابل میں ہونے والے ان حملوں کے بعد انتہائی مجبوری کی حالت میں سرفروش مجاہدین کی بہادری اور غلام پارلیمنٹ کی جاسوسی نیٹ ورک اور انٹیلی جنس کی شکست کا اعتراف کیا۔ مزید برآں کرزئی حکومت کے جاسوسی نیٹ ورک کے سربراہ نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ مجاہدین نے ان کے پر ہجوم صفوں میں پوری طرح سے نفوذ کرلیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مجاہدین کا وسیع پیمانے پر حکومتی صفوں میں گھسنا دراصل انٹیلی جنس اداروں اور حکومتی افراد کی طالبان کے ساتھ خفیہ تعاون کا نتیجہ ہے۔

مذکورہ حملوں کا ایک اور ثمرہ جس کا اظہار کرنے سے دشمن نے انکار کردیا وہ یہ تھا کہ غاصب قوتوں میں شامل آسٹریلیا نے حملوں کے بعد اگلے دن 2014 سے قبل ہی اپنی افواج نکالنے کا اعلان کردیا۔ یہ اعلان آسٹریلیا کے وزیر اعظم جولیا گیلارد نے کیا۔

ملکی نقصانات:

بے گناہ ملکی افراد کی شہادتیں اور جان و مالی نقصانات اس ماہ بھی صلیبیوں اور ان کے غلاموں کے وحشیانہ کارروائیوں کا حصہ رہیں۔ 16 اپریل کو ضلع تگاب میں مظلوم اور نہتے لوگ غاصبوں اور ان کے غلاموں کی وحشت کا شکار ہوگئے۔ اور کم از کم 4 افراد شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے۔

تگاب کے بعد وردگ کے ضلع ''چک'' کے مضافات میں ایک گھر کو اس شک کی بنیاد پر مارٹر گولے کا نشانہ بنایا گیا کہ وہاں مجاہدین نے پناہ لی ہوئی ہے جس کے نتیجے میں 3 خواتین اور 4 افراد شہید ہوگئے۔

پاکستان کے راستے صلیبیوں کو رسد کی فراہمی بند ہونے کے بعد سے اب تک صلیبیوں کے مالی مصارف میں اضافہ اپنے عروج کو پہنچ گیا ہے دشمن کے فوجی رسد کے ماہانہ اخراجات 8 ملین ڈالر سے بڑھ کر 105 ملین ڈالر تک پہنچ گیا ہے۔ اور ایسا کوئی دن نہیں ہوتا جس میں رسد پہنچانے والے کانوائے مجاہدین کی آگ کا نشانہ نہ بنتے ہوں۔

غاصبوں سے عوام کی نفرت:

صلیبیوں اور ان کے غلاموں سے عام شہریوں کی نفرت بھی حسب سابق رہی۔ 27 اپریل کو قندہار کے ضلع شاہ ولی کوٹ میں ایک چھپے رستم نے اپنی گن کا دہانہ صلیبیوں کی جانب موڑ کر فائر کردیا جس سے 3 صلیبی فوجی ہلاک جبکہ 2 شدید زخمی ہوگئے۔ لیکن دشمن نے حسب عادت ان ہلاکتوں کا اب تک اعتراف نہیں کیا۔

صلیبیوں کے مالی نقصانات:

پاکستان کے راستے صلیبیوں کو رسد کی فراہمی بند ہونے کے بعد سے اب تک صلیبیوں کے مالی مصارف میں اضافہ اپنے عروج کو پہنچ گیا ہے دشمن کے فوجی رسد کے ماہانہ اخراجات 8 ملین ڈالر سے بڑھ کر 105 ملین ڈالر تک پہنچ گیا ہے۔ اور ایسا کوئی دن نہیں ہوتا جس میں رسد پہنچانے والے کانوائے مجاہدین کی آگ کا نشانہ نہ بنتے ہوں۔ باوجود اس کے کہ ان حملوں میں تباہ ہونے والے ٹینکوں اور دیگر نقل و حمل کے ذرائع کی صحیح گنتی معلوم نہ ہو سکی مگر پھر بھی تخمینی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ کم از کم 15 ٹینک اور 100 کے قریب گاڑیاں اور دیگر ذرائع نقل و حمل تباہ ہوگئے۔

دوسری جانب دشمن کے طیارے بھی وقتاً فوقتاً مجاہدین کے حملوں کا نشانہ بنتے رہتے ہیں جن میں سے بعض کا اعتراف کرنا دشمن کی مجبوری ہوتی ہے جبکہ بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کو دشمن چھپاتا رہتا ہے۔ ماہ

اپریل میں کل 6 طیارے مار کر گرا دیئے گئے۔

طیارہ گرنے کا پہلا واقعہ صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے مضافات میں 6 اپریل کو بغیر پائلٹ کے طیارے کے ساتھ پیش آیا۔

دوسرا واقعہ 12 اپریل کو ہیلی کاپٹر گرنے کا پیش آیا، جو افغانستان کے مشرق میں مجاہدین کے ایک حملے کا شکار ہوا مگر مکار اور دروغ گو دشمن نے حسب عادت اس کی تباہی کی وجہ فنی خرابی بتائی۔

12 اپریل ہی کو ایک اور ہیلی کاپٹر خوست کے ضلع ''حاجی میدان'' کے مضافات میں مجاہدین کے حملوں کا نشانہ بنا جس میں سوار 23 افراد ہلاک ہوگئے ۔ دشمن نے اس واقعے کو انتہائی افسوسناک قرار دیا لیکن ہلاکتوں کے اعتراف سے حسب سابق انکار کیا۔

14 اپریل کو ایک اور بغیر پائلٹ طیارہ غزنی کے مضافات میں مجاہدین کے ہاتھوں گر کر تباہ ہوا۔ ایک اور ہیلی کاپٹر مجاہدین نے ہلمند کے علاقے گرم سیر میں گرا کر تباہ کر دیا۔ جس کا آج تک دشمن نے اعتراف نہیں کیا۔ طیارہ گرنے کا آخری واقعہ واقعہ غزنی کے ضلع گیلان کے مضافات میں 30 اپریل کو بغیر پائلٹ کے ایک طیارے کے ساتھ پیش آیا۔

مذکورہ بالا تمام صورتحال ان بہادر اور جری مجاہدین کی کامیابیوں کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ انہی قربانیوں اور محنت کا نتیجہ ہے کہ صلیبی لشکر اور اس کے غلاموں نے واضح طور پر نہ صرف یہ کہ شکست کا اعتراف کر لیا بلکہ آئندہ تین سال تک یہاں رہنے کا جو عزم وہ رکھتے تھے اب ان کے اس عزم میں بھی تزلزل آ گیا ہے۔ اور مقررہ مدت سے پہلے ہی انہوں نے نکلنے کا اعلان کر دیا ہے۔

☆......☆......☆

بقیہ از ......شیخ اسامہ کے ایک سال بعد

کہ وہ امریکہ کے خلاف کھلی عسکری جنگ چاہتے ہیں بلکہ ان کا انداز تنبیہ کا سا تھا جیسے وہ امتِ مسلمہ کو مسائل سے آگاہ کرنا چاہتے ہوں۔ ہماری ملاقات نمازِ عصر تک جاری رہی۔ ہم نے مسجد میں با جماعت نماز ادا کی اور شیخ سے واپسی کی اجازت طلب کی۔ ابو حفص المصری مشایعت کرتے ہوئے ہمیں دروازے تک چھوڑنے آئے ۔اس ملاقات کے بعد شیخ اسامہ سے ہماری دوسری اور آخری ملاقات چھ سال بعد اگست ۲۰۰۱ء کو قندھار کے علاقے ویالہ میں ہوئی۔ میں اس ملاقات اور پرانی ملاقات میں واضح فرق محسوس کر سکتا تھا۔ شیخ اسامہؒ کے عسکری امور کے حوالے سے افکار و خیالات تبدیل ہو چکے تھے۔ اب ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ شیخ اپنے آپ کو امریکہ کے خلاف حالتِ جنگ میں محسوس کرنے لگے ہیں۔ ان کے دفتر کی دیوار پر ان تمام ممالک کا ایک مکمل نقشہ چسپاں تھا جو کبھی خلافتِ عثمانیہ کا حصہ ہوا کرتے تھے۔

شیخ اسامہؒ نے نقشے کی طرف اشارہ کرتے ہو کہا کہ یہ تمام ممالک یکجا ہوا کرتے تھے جنھیں ۱۶۔۱۹۱۵ء کے سائی کس معاہدے کے تحت مختلف ملکوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ شیخ نے کہا کہ آج مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس طوائف الملو کی کو ختم کر کے خلافت کا احیاء کریں۔ اب کی بار شیخ کے ساتھ ان کے دوسرے معتمد خاص شیخ ایمن الظواہری بھی موجود تھے۔

ایک ماہ بعد ۱۱ ستمبر کے واقعات رونما ہوئے اور شیخ اسامہؒ اور امریکہ کے درمیان محاذ آرائی کھل کر سامنے آ گئی۔

9/11 کے دس برس بعد امریکہ شیخ کو شہید کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے لیکن امریکہ اور شیخ کے درمیان محاذ آرائی ابھی ختم نہیں ہوئی۔ شیخ اسامہ کی شہادت کو اب ایک برس بیت چکا ہے لیکن صورت حال میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ امریکہ کے اندر اور باہر خوف و ہراس میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ امریکہ سے باہر کابل کے امریکی سفارت خانے میں آج، کل سے زیادہ خطرے کی گھنٹیاں بج رہی ہیں اور امریکہ کے اندر بھی حملے کے خطرے کا میٹر اپنی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔

میں سمجھتا ہو کہ افغانستان پر حملہ اور اس کے باشندوں پر ظلم آئندہ آنے والے کئی سالوں میں ختم نہیں ہوگا اور بالآخر امریکہ کا انجام بھی سویت یونین جیسا ہی ہوگا۔ ان شاء اللہ

☆......☆......☆

ملک میں اسکولوں کو جلانے اور طالبات کی بیہوشی کے متعلق امارتِ اسلامیہ کا اعلامیہ

ذرائع ابلاغ کی رپورٹس کے مطابق حالیہ دنوں میں صوبہ تخار میں ایک اسکول کی طالبات کو زہر دیا گیا ہے،اس سے پہلے بھی خوست اور ملک کے دیگر علاقوں میں اس طرح کے واقعات رونما ہونے کی اطلاعات ملی ہیں۔استعماری قوتوں کے بعض آلہ کار اور جہاد دشمن میڈیا نے سب سے پہلے اس بارے میں رپورٹیں شائع کیں اور فوراً اس میں طالبان ملوث قرار پائے۔اس کا انتظار بھی نہیں کیا کہ اس بارے میں امارت اسلامیہ کے ترجمان کا ردعمل کیا ہے یا امارت اسلامیہ کے ذرائع سے تصدیق کی جائے۔

دوسری طرف اسی میڈیا نے اس رپورٹ کو نظر انداز کر دیا جو 2011ء میں لندن میں تعلیم سے متعلق ایک بین الاقوامی سیمینار سے کابل کی کٹھ پتلی حکومت کے مرکزی وزیر تعلیم نے اپنی تقریر میں برملا اعتراف کیا کہ (مزاحمت کار مخالفین) طلبہ وطالبات کی تعلیم کے مخالف نہیں،اسی طرح اسی محکمے کے سیکریٹری نے بھی میڈیا کو بتایا کہ اسکول طالبان نہیں بلکہ جرائم پیشہ عناصر تباہ کر رہے ہیں۔اس موقع پر ذکر کرنا چاہئے کہ رواں سال کے 22 فروری کو صوبہ ننگرہار کے ضلع خیوہ کے علاقہ کاشکوٹ میں قابض قوتوں کے فضائی حملے میں ایک سکول کا ایک استاد اور 9 شاگرد زخمی ہوئے مگر ان تمام واقعات پر میڈیا نے مجرمانہ خاموشی اختیار کی۔

دراصل بات یہ ہے کہ حالیہ مہینوں میں خونخوار فوجیوں نے صوبہ قندہار کے ضلع پنجوائی کے زنگاوات نامی ایک گاؤں میں نہتے شہریوں کو شہید کرنے، جلانے اور اس سے پہلے شہداء کی اجسام کی توہین کرنے کے مرتکب ہو چکے ہیں، نیز بگرام ائربیس پر قرآن پاک کی بے حرمتی کر چکے ہیں،اب ملکی وغیر ملکی دشمن عناصر کی کوشش ہوگی کہ لڑکیوں کو زہر دینے جیسے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت افغان قوم اور دنیا کی توجہ اپنی جنایت اور سربریت سے اس طرف مبذول کرائیں۔

امارت اسلامیہ ایک مرتبہ پھر اپنا موقف دہراتے ہوئے یہ واضح کرتی ہے کہ ملک میں اسطرح کے واقعات میں استخباراتی قوتیں اور کابل کٹھ پتلی حکومت کے قومی امن کے نام سے ایک ایجنسی ملوث ہے۔

کابل کی کٹھ پتلی حکومت کے مرکزی وزیر تعلیم نے اپنی تقریر میں برملا اعتراف کیا کہ (مزاحمت کار مخالفین) طلبہ وطالبات کی تعلیم کے مخالف نہیں،اسی طرح اسی محکمے کے سیکریٹری نے بھی میڈیا کو بتایا کہ اسکول طالبان نہیں بلکہ جرائم پیشہ عناصر تباہ کر رہے ہیں۔

مجاہدین کی پالیسی معلوم ومشہور ہے کہ وہ ملک کے اندر قابض قوتوں اور ان کے کٹھ پتلی ایجنٹوں کے خلاف مسلح جہاد کر رہے ہیں اور ملک آزاد کرنا چاہتے ہیں،اس کے علاوہ قابض قوتوں یا انکے زرخرید میڈیا کی جانب سے مجاہدین کے خلاف پراپیگنڈہ کروانا جاری جہاد کے حوالے سے میڈیا جنگ کا ایک حصہ ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں۔امارت اسلامیہ ان واقعات سے مکمل طور پر لاتعلقی کا اعلان کرتی ہے اور واضح کرتی ہے کہ ان واقعات میں ملوث افراد ملک کے کسی کونے میں اگر گرفتار ہو گئے تو ان کو شرعی سزا دی جائیگی۔

امارت اسلامی افغانستان

☆......☆......☆

عظمت باطل کے علاج کا
نسخۂ اکسیر

ملا عبدالرحمٰن اخوند

آج حالات نے پلٹا کھالیا ہے۔ آج قرآن کی وہ بات حقیقت کا روپ دھار کر آفتابِ نصف النہار کی طرح افق کی اس بلندی پر بڑی چمک دمک کے ساتھ رونما ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ہم زمانے کو لوگوں کے درمیان الٹتے پلٹتے رہتے ہیں''۔

میں اس خوشی کو اپنی دامن میں جلوہ گر دیکھ کر بڑا ہی شاداں و فرحاں ہوں، مسرت کی سرشاری میرے جسم میں برقِ سماوی کی لہروں کی مانند دوڑ رہی ہے۔ اس سرور و شادمانی سے بھر آنے والے میری آنکھوں کے اشک، آب دار موتی بن کر ٹمٹما رہے ہیں۔

یہ تو اِک ہونے والا واقعہ تھا۔ اس کا منصۂ شہود پر ظہور پذیر ہونا اتنا ہی ظاہر تھا جتنا تاریک رات کی ظلمت چھٹ جانے کے بعد صبح پرنور کا نمودار ہونا ہے۔ عقابی نگاہ والوں نے اپنی خداداد بصیرت کے جہاں نما میں اس کا نظارہ کر رکھا تھا۔ اسی لیے ان کی طبیعت بوجھل اور افکار پریشان نہیں ہوئے اور چشمِ شپرہ کے مالکان نے باطل کی عینک لگا کر اس کا مشاہدہ کیا تھا، اسی لیے ان کی خاطر غبار آلود اور خیالات زلفِ پریشان کی طرح گنجلک ہو گئے ہیں۔

امریکا نے دھمکی دے ڈالی تھی، اس کی لہجے سے فرعونیت اور باتوں سے نمرودیت ناسور کی طرح ٹپک اور رِس رہی تھی۔ وہ طالبان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر ادھار کھائے بیٹھا تھا۔ اُس نے اِس بات کے خار کھا رکھے تھے کہ افغانستان کے مُلا کو وہاں کے کوہ و دمن سے مکھن سے بال کی طرح نکال باہر کرے گا۔ یہ ایک دیوانے کی بڑ تھی۔ کیوں کہ: ''ایں خیال است و محال است و جنون''۔ لیکن اس کی بدفطرتی نے اس کو اس غیر دانشمندانہ فیصلے پر عمل کرنے کے لیے مجبور کر دیا۔

امریکا نے اس اقدام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ میں ساتھ نہ نبھانے والوں کو پتھر کے دور میں پہنچا دینے کی گھرکیاں سنا سنا کر اپنی صف میں لا کھڑا کروادیا تھا۔ دِنوں کی گردش نہیں لمحوں کی سرسراہٹ بتا رہی تھی کہ کچھ ہونے جا رہا ہے اور پھر تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ بحری بیڑے بحرِ ہند سے بحیرہ عرب میں داخل ہو کر دندنانے لگے۔ فضا میں کرگسوں کی پرواز تیز تر ہو گئی۔ اس نازک موڑ پر پہنچنے کے بعد میرے وطن کے درویش اور بے تاج بادشاہ کو ایک بار پھر دائمی سلطنت کی پیش کش ہوئی۔ افغانستان کی تاریکیاں ڈالر سے پھوٹتی روشنیوں سے ختم کر دینے کی آفر ہوئی۔ پھر کیا ہوا؟ اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوا؟ یہ بتانے کے لیے مجھے تاریخ کے دریچے سے جھانک کر

پھر اہل دنیا نے خود ہی دیکھا، امریکا کی طرف سے بھڑکائی ہوئی اس بے نام جنگ کی آگ سے اس کے اپنے ہی بے شمار فوجی جھلس کر خاکستر ہو گئے۔ طیارے زندوں کو سفر کرانے کے بجائے مُردوں کو فضا میں گھمانے پھیرانے لگے۔ تابوت سازوں کا کاروبار دن دگنی رات چگنی ترقی کرنے لگا۔ لوہے کی کباڑ مارکیٹ میں امریکی طیاروں، ٹینکوں، توپوں اور تباہ شدہ گاڑیوں کے پرزے دھڑا دھڑا بکنے آنے لگے۔ آخر اپنے پیسوں اور اپنے پیاروں کی جانوں کا ضیاع دیکھ کر امریکی چیخ اور یورپی بلک اٹھے

''اِسلام'' کے ایک روشن سپوت کا کردار دیکھنے کی ضرورت پیش آ رہی ہے کیوں کہ اس کے بغیر مزہ نہیں، لذت نہیں اور بات کے تشنہ تکمیل رہ جانے کی وجہ سے چاشنی نہیں ہوگی۔

یہ بارہویں صدی عیسوی کی ۸۰ کی دہائی ہے۔ مسلمانوں کی غفلت، آپس کی خانہ جنگیوں اور حالات سے آنکھیں پھیر لینے کے ناقابلِ معافی جرم نے ایک طوفان عظیم بر پا کر دیا تھا۔ مسلم مملکتیں دھیرے دھیرے منسوخ شدہ یہودیت کا ضمیمہ بن جانے والی عیسائیت کے پنجہ استبداد میں چلی جا رہی تھیں۔ سلطنتِ اسلامیہ پھیلنے کی بجائے آہستہ آہستہ سمٹ کر محدود سے محدود تر ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اہل اسلام کی آپس کی سر پھٹول نے منحوس صلیب کے دل داروں کو چیرہ دستیوں کا خوب موقع فراہم کر دیا، جس کی وجہ سے قریب تھا کہ انبیاء کی سرزمین ارضِ شام سے اسلام، شعائر اسلام اور اہل اسلام کا نام تک یوں مٹ جاتا جیسے موت بڑے بڑے نام وروں کو بے نشان کر کے رکھ دیتی ہے۔

یہ وہ نازک ترین وقت تھا، جس کی نزاکت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے اگر اس وقت مسلمان جہاد سے منہ موڑ لیتے، بزدلی کا لباس زیب تن کر لیتے اور بچی کچی بیداریاں نیلام کر کے خوابِ خرگوش کی گود میں سر رکھ لیتے تو آج مسلمانوں کے رِستے زخم فلسطین میں مسجد اقصیٰ کی جگہ گرجا گھر قائم ہوتا۔ جہاں ہلال کے سائے تلے توحید کی بلالی اذانیں نہ گونج رہی ہوتیں، بلکہ صلیب کے سائے میں تثلیث کی شیطانی گھنٹیاں بج رہی ہوتیں۔

یورپ کے پادریوں نے عیسائی نوجوانوں کو صلیبی جنگ کے نام پر اُبھارا اور سرزمینِ شام میں لا کھڑا کیا۔ صلیبی جنگ کی لہر وشدت اور شور شرابے نے یورپ کے شہنشاہوں، شہزادوں، نوجوانوں، فوجیوں اور بڑے بڑے نام ور شہسواروں کو بحیرہ روم کے ایشیائی ساحل پر لا اُتارا۔ انہوں نے اپنے سپہ سالارِ اعظم ''رچرڈ'' کی قیادت میں اپنی تلواریں بلند کیں اور سلطان صلاح الدین ایوبی کو پیغام بھجوایا:

''ہم بہت سے بادشاہ صلیب کے سائے تلے اکھٹے ہیں اور تم صرف ایک ہو۔ یروشلم سے نکل جاؤ! ورنہ ہم تمہیں نیست و نابود کر دیں گے''۔ فرزند ایشیاء سلطان صلاح الدین ایوبی نے شمشیر بے نیام کے قبضے پر ہاتھ جمایا اور جواب بھیجا:

''یروشلم (موجودہ بیت المقدس) تو خیر حوالے نہیں کریں گے، میرے ایشیاء سرزمین اپنا وسیع دامن تم یورپیوں کی گاجر مولی کی طرح کٹ جانے والی لاشوں کو مدفن کے طور پر خیرات کے نام پر دینے کو تیار ہے۔''

پھر دنیا نے دیکھا، جب مسلمانوں نے اتحاد کر کے یلغار کی اور چلائی تو ''خوش بخت'' صلیبیوں کی قبریں تو ان کی خواہش کے عین مطابق ایشیا ہی کی مٹی میں بنیں اور باقی نصیب جلوں نے جب سلطان ایوبی کی کاٹ دار شمشیر کے کرتب دیکھے تو موت کے خوف سے ایسے دُم دبا کر بھاگے کہ پیچھے دیکھنے کا نام تک نہ لیتے تھے اور پھر واپس یورپ جا کر ہی سکون کی سانس لی۔ کہاں یروشلم ہتھیانے کی فکر اور کہاں زندگی بچانا بھی مشکل ہو گیا!

قارئین! ہم نے تاریخ کا جو جھروکا کھولا ہے اور اس سے تاک کر اسلام کے 12 ویں صدی کے جس روشن کردار کی منظر کشی کی ہے آئیے! اسی کے تناظر میں آج 21 ویں صدی کے راہ نمائے مسلمانانِ عالم کے درخشاں کردار کی تصویر کشی کرتے ہیں۔

جب امریکا کے صلیبی جنگ کے جنون نے اس کو افغانستان کی سرحد پر لا کھڑا کیا تو بندر نما بش بڑے ہی متکبرانہ لہجے میں گویا ہوا:

''ارے او افغانی مُلا! ہم 42 ممالک کے 'نیٹو' نامی اتحاد کے ہم راہ افغانستان کے دروازے پر آ کھڑے ہوئے ہیں اور یاد رکھو! آج روس

والی صورتِ حال بالکل نہیں ہے، بلکہ آج فضاء میں، خلا میں اور ہوا میں ،میرا ہی راج ہے۔ ہر طرف میرے ہی کرگس اڑانیں بھر رہے ہیں۔ ہر طرف میرا ہی طوطی بول رہا ہے۔ اور یاد رہے! تم اکیلے ہو۔ لہذا کابل ہمارے حوالے کردو۔۔۔۔!

سبحان اللہ! قربان جاؤں امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کے ایمان افروز جواب پر۔ وہ بھی 12ویں صدی کے سلطان صلاح الدین ایوبی کے 21ویں صدی کے روحانی بیٹے ہیں۔ وہ بھی تو فرزند ایشیا ہیں۔ آخر اہل دانش وفکر نے انہیں ''عمر ثالث'' کا لقب دے رکھا ہے۔ مشرقیوں کی غیرت حمیت اور حریت تو ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ لہذا فرمانے لگے: ''ارے کیا بات ہے؟ کبھی امریکا اپنی رعونت دکھاتا ہے، کبھی برطانیہ اپنے مغرور ہونے کا اظہار کرتا ہے، کبھی کوئی نمرودیت کا شور مچاتا ہے اور کبھی کوئی قارونیت کا لہجہ لیے گلا پھاڑ پھاڑ کر تکبرانہ انداز کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ آجاؤ! روس کی طرح تمھاری زمینی خدائی بھی مٹی میں ملادیں تاکہ ''نہ رہے گا بانس، نہ بجے گی بانسری''۔

پھر اہل دنیا نے خود ہی دیکھا، امریکا کی طرف سے بھڑکائی ہوئی اس بے نام جنگ کی آگ سے اس کے اپنے ہی بے شمار فوجی جھلس کر خاکستر ہو گئے۔ طیارے زندوں کو سفر کرانے کے بجائے مُردوں کو فضا میں گھمانے پھیرانے لگے۔ تابوت سازوں کا کاروبار دن دگنی رات چگنی ترقی کرنے لگا۔ لوہے کی کباڑ مارکیٹ میں امریکی طیاروں، ٹینکوں ،توپوں اور تباہ شدہ گاڑیوں کے پرزے دھڑا دھڑا بکنے آنے لگے۔ آخر اپنے پیسوں اور اپنے پیاروں کی جانوں کا ضیاع دیکھ کر امریکی چیخ اور یورپی بلبلا اٹھے۔

اس کے ساتھ ساتھ مغرب سے درآمدہ دانش بگھارنے والے وہ، جن کی زبانیں میرے وطن کے جانباز سپاہی طالبان کے خلاف بول بول کر تھکتی نہ تھیں، یوں گنگ ہو کر رہ گئیں ہیں، جیسے بولنا سیکھا ہی نہیں تھا۔ یا ان کی ماں نے انہیں گونگا جنا ہو۔ انہیں بھی سمجھ نہیں آرہی کہ اب کیا کِیا اور کیا کہا جائے؟ انھوں نے کچھ دُشنام سنبھال نہ رکھی تھیں، اسی لیے اب وہ خود کو کہتے ہیں؛ دنیا کو کون سا منہ دکھاؤ گے ''شرم تم کو مگر نہیں آتی'' وہ خود کو ملامت کر رہے ہیں: ''ہائے! اب دنیا کو کیا کہیں گے؟

اسلام کے فرزند کی عظمت کو سلام! انہوں نے امریکی فرعونیت کی ٹیکنالوجی کا بھرم توڑ کر بتا دیا کہ جو بھی سلطان صلاح الدین ایوبی کا بیٹا بن کر تلوار تھام لے گا وہی شجرِ اسلام کی حفاظت کر سکے گا۔ وہی ان کی عظمت ِرفتہ واپس دِلا سکتا ہے۔ وہی امتِ محمدیہ کی نشاۃ ثانیہ کر کے ان کی شوکت گزشتہ لوٹا سکتا ہے۔ اور وہی ہے وہ مجاہد جس پر ایک دنیا ناز کرتی ہے اور وہی ہے جس کی تلوار کے سائے تلے امت مسلمہ آرام کرتی ہے اور جس کا جوہرِ عمل پکار پکار کر بتلا رہا ہے:

''صدی ۱۲ ہو یا زمانے کی گردش اور ہندسوں کے ہیر پھیر سے وجود میں آنے والی ۲۱ ویں صدی، متحارب گروپ چاہے رچرڈ اور سلطان صلاح الدین ایوبی کی صورت میں ہوں یا امریکا و یورپ اور طالبان کے روپ میں اللہ کے دشمنوں کی شکست و ریخت کے لیے فقط اہل بدر کا سا ایمان پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر مسلمان کی نصرت اور کافر کی ر خصت کے لیے فرشتے آسمانوں سے اتر آئیں گے۔

بخدا! یہی وہ نسخۂ اکسیر ہے جس کو قرآن نے یوں بیان فرمایا: 'اور تم ہی سربلند رہو گے، اگر تم ٹھیک ٹھیک ایمان دار رہے''۔ کیوں کہ

یہ عظمتِ باطل دھوکا ہے، یہ قوتِ کافر کچھ بھی نہیں
مٹی کے کھلونے ہیں سارے، یہ کفر کے لشکر کچھ بھی نہیں

☆......☆......☆

شیخ اسامہ رحؒ کی شہادت کے ایک سال بعد

شاہد غزنوی

یہ ۱۹۹۶ء کے موسم سرما کے ماہ نومبر کا ایک دن تھا جب ہمیں شیخ اسامہؒ سے یونس خالصؒ کالونی میں واقع ان کیگھر میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا بارش موسم کی خنکی کو قدرے بڑھا چکی تھی۔ شیخ اسامہؒ سے ملاقات کا انتظام ان کے ایک قریبی ساتھی ابوخباب المصری شہید نے کیا تھا جو امریکی ماہرین کے مطابق ''القاعدہ'' کا ''کیمیکل ماہر'' تھا۔ یہ مصری نوجوان جنوبی وزیرستان میں امریکی ڈرون حملے کے نتیجے میں اگست ۲۰۰۸ کو مرتبہ شہادت پر فائز ہو گئے ہیں۔

ان دنوں شیخ اسامہؒ سوڈان سے نئے نئے افغانستان منتقل ہوئے تھے اور مولوی یونس خالص باباؒ کی ہدایت پر ننگر ہار میں واقع انجینئر محمود کے ذاتی مکان میں رہائش پذیر تھے۔ اس مکان کے اردگرد دوسرے مکانات میں آپ کے قریبی ساتھیوں اور محافظوں کا قیام تھا۔

جب ہم شیخؒ کے مہمان خانہ میں پہنچے تو وہ اور ان کے ساتھی مکان کے اندر واقع مسجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے جمع ہو چکے تھے۔ خطبہ جمعہ مصطفیٰ ابوالیزید دے رہے تھے جنہیں ۲۰۰۷ء میں افغانستان میں القاعدہ کا عسکری مسئول مقرر کیا گیا تھا۔ انہوں ۲۰۱۰ء میں وزیرستان میں امریکی ڈرون حملے میں شہادت پائی۔

ہمارے جلال آباد پہنچنے سے ایک دن قبل کابل میں طالبان نے باضابطہ طور پر شیخ اسامہ کی افغانستان میں موجودگی کو تسلیم کر لیا تھا۔ اس کی بدولت شیخ اسامہؒ اور ان کے ساتھ پہلی بار نماز جمعہ کے لیے لاؤڈ سپیکر استعمال کر رہے تھے۔ ہم نے ابومحمد المصری کی امامت میں نماز ادا کی اور مہمان خانے میں قیام کیا۔ یہاں شیخ اسامہؒ اور ان کے معتمد خاص ابوحفص المصری سے ہماری ملاقات ہوئی۔

اس سے پہلے میں کبھی شیخ اسامہ سے نہیں ملا تھا اسی لیے ابوخباب المصری نے شیخ اسامہ اور ابوحفص المصری سے میرا تعارف کروایا۔ اس کے بعد ہم نے شیخ اسامہ، ابوحفص اور ان کے چند محافظوں کی معیت میں کھانا کھایا کھانا انتہائی سادہ مگر لذت میں بے مثال۔ اس دوران شیخ نے افغانوں کی مہمان نوازی کی خصلت کو بہت سراہا اور ان دشواریوں کا تذکرہ کیا جن کا سامنا افغانوں کو ان جیسے عالی قدر مہمانوں کی تحفظ کی خاطر کرنا پڑتا ہے۔ دوران گفتگو ایسے لگ رہا تھا جیسے شیخ کو افغان قوم کی روایات سے پوری آگاہی ہو۔

شیخ اسامہؒ نے مجھے طالبان کی طرف سے بھیجے جانے والے حمایتی پیغام پر روشنی ڈالنے کے لیے کہا تو میں نے انھیں آگاہ کیا کہ ایک دن قبل ہونے والی پریس کانفرنس میں طالبان نے باضابطہ طور پر شیخ کی موجودگی اور ان کی حمایت کا اعلان کر دیا ہے۔ شیخ اس خبر پر بہت خوش ہوئے۔ اس ملاقات میں شیخ نے طالبان اور مولوی یونس خالصؒ کے مجاہد ساتھیوں کی خوب تعریف کی اور ان کی میزبانی کو بہت سراہا۔

شیخ اسامہؒ نے کہا کہ اسلامی حمیت اور غیرت دینی میں افغان قوم کا کوئی ثانی نہیں۔ شیخ ساری گفتگو کے دوران نہایت نرم خو رہے، شیخ نے مرحلہ وار اپنی پوری زندگی پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے بتایا کہ وہ کیسے معاشیات پڑھنے ملک فیصل یونیورسٹی گئے اور اخوان المسلمون سے متاثر ہوئے اور پھر افغان جہاد میں شرکت کی۔ انھوں نے ان تمام پرخطر اور بصیرت افروز تجربات پر بھی گفتگو کی جن سے وہ افغان جہاد کی شروعات سے لے کر اشتراکیت کی فیصلہ کن شکست تک گزرے تھے۔

شیخ نے ان ناپاک سازشوں کا ذکر کیا جو امریکہ نے خاص طور پر اشتراکیت کی شکست کے بعد ترتیب دی تھیں۔ اس وقت ان کی باتوں سے اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا.......... بقیہ صفحہ ۳۶ پر ملاحظہ فرمالیں۔

شہدائے ملت

سید سعید

محترم قارئین انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اظہار رائے کی آزادی کے اس دور میں بھی جب افغان عوام پر جمہوری حکومت کے مسلح افواج کے ہاتھوں مظالم روا رکھے جاتے ہیں تو ہمارا میڈیا اس کے متعلق کچھ بھی نہیں بتاتا۔ یہ جو کچھ نشر ہو چکا ہے یا ہوتا ہے یہ پورے خروار سے ایک مشت نمونہ ہے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ ہم ذیل میں افغان ملت کے کونے کونے سے رواں عیسوی سال کے اپریل کے مہینے میں ملکی نقصانات کے وہ اعداد و شمار پیش کریں جو وقتاً فوقتاً عالمی یا ملکی میڈیا پر نشر ہوتے رہے ہیں۔

5 اپریل کو کاپیسا کے ضلع تغاب کے علاقے "د ادیز وملایان" کے گاؤں پر صلیبی جارحین کے ہاتھوں بھاری ہتھیاروں سے حملوں کے وقت ایک گولہ لطف الرحمٰن نامی ایک شخص کے گھر پر گرا جس کے نتیجے میں تین بچے شہید ہوگئے۔

اپریل کی پانچویں تاریخ کو ہلمند کے ضلع نادعلی کے علاقے "نری ماندہ" میں جارحین نے ایک مقامی شخص کے گھر پر چھاپہ مارا۔ مذکورہ گھر کی پوری تلاشی لی گئی مگر کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ آخر میں جاتے ہوئے اس گھر کے بڑے ایک معمر شخص کو شہید کردیا اور اس کے تین بیٹوں کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے۔

7 اپریل کو داخلی فوج اور مقامی کرائے کی پولیس نے قندہار کے ضلع میوند میں "کلاشامیر" کے علاقے میں ایک گھر کے چار افراد محمد رحیم (والد) محمد نعیم، سید محمد اور حمد اللہ (بیٹوں) کو بلا کسی وجہ بتائے شہید کردیا

7 اپریل کو غزنی کے ضلع "خوگیانو" کے علاقے کنداو میں جارح فوجیوں کی فائرنگ سے تین مرد اور دو خواتین زخمی ہوگئیں۔

8 اپریل کو جارح قوتوں نے میدان وردگ کے ضلع "اونخی درے" کے علاقے موسی خیل کی ایک مسجد پر چھاپہ مار کر مسجد میں موجود دو مسافروں کو شہید کردیا جو پکتیا سے جلانے کی لکڑیاں بیچنے کے لیے لائے تھے۔

اسی طرح اسی تاریخ کو کاپیسا کے ضلع تغاب کے حمزہ خیل گاؤں پر مارٹر گولوں کی فائرنگ میں ایک گولہ اس علاقے کے رہائشی ظفر نامی شخص کے گھر پر گر پڑا جس میں مذکورہ گھر کا بچہ "نوید" شہید جبکہ ایک شخص زخمی ہوگیا۔

10 اپریل کو ہلمند کے ضلع "نادعلی" میں واقع "باری گل بازار" کے علاقے میں جارحین کے ہاتھوں بھاری اسلحے کی فائرنگ میں ایک گولہ ایک گھر پر آ گرا جس میں چار بچے اور دو معمر خواتین شہید ہوگئیں۔

10 اپریل کو قندہار کے ضلع میوند میں "بند تیمور آغا کاریز" کے علاقے میں امریکی فوجیوں نے مقامی لوگوں کے ایک "سراچہ گاڑی" (ایک مخصوص گاڑی) کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے نشانہ بنا کر اس میں سوار 2 افراد کو شہید کردیا۔

اپریل کی گیارہویں رات کو جارحین نے پکتیا کے ضلع جانی خیل کے گاؤں بلزائی اور حسن زائی میں چھاپے مارے اور گھروں کی تلاشی لی۔ تلاشی کے بعد گاؤں پر بمباری کردی جس میں پانچ افراد شہید ہوگئے۔

12 اپریل کو جارحین نے قندہار کے ضلع "دامان" کے علاقے "منڈ حصار" میں ایک معمر شخص کو جس کے ساتھ اس کی چھوٹی بچی بھی تھی بچی سمیت شہید کردیا۔ قندہار سیکیورٹی کے سربراہ امیر رحمت اللہ اطرافی نے اس واقعے کی تصدیق کی اور مزید کہا کہ ایساف فوج سڑک سے گذر رہی تھی

اور مذکورہ شخص سڑک کے کنارے جارہا تھا۔ ایساف فوج کی جانب سے رک جانے اور قافلے کے گذرنے کا انتظار کرنے کا کہا گیا مگر اس دیہاتی شخص کی توجہ اس طرف مبذول نہ ہوسکی جس پر ایساف فوج کے ایک اہلکار نے فائرنگ کرکے اسے موقع پر ہی شہید کردیا۔

12 اپریل ہی کو قندہار ہی کے ضلع میوند میں قلعہ شاہ میر کے " سپین مسجد " کے علاقے میں امریکی فوج کی بمباری میں ایک بچہ شہید ہوگیا۔

13 اپریل کو جارحین نے قندوز کے مرکز " تلوکی " کے علاقے میں ایک گھر پر چھاپہ مارا۔ جس میں ایک مقامی افغان شخص کو شہید جبکہ دو بندوں کو گرفتار کیا گیا۔

14 اپریل کو جارح قوتوں نے تخار کے ضلع درستاق کے گاؤں " تابہ تاش " میں ایک تاجر (امیر عزیز) کے گھر چھاپہ مارا، مذکورہ تاجر کو بہت زیادہ مالی نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ گھر کے دو افراد نور اللہ اور عتیق اللہ کو شہید جبکہ چار افراد کو گرفتار کیا۔

14 اپریل کو نورستان کے علاقے کامدیش میں جارحین اور مجاہدین کے ایک جھڑپ کے نتیجے میں جارحین کی بمباری میں جو " اگاسی " اور دیگر علاقوں میں ہوئی 21 افراد شہید ہوئے جن میں کثیر تعداد عورتوں اور بچوں کی تھی، مذکورہ بمباری میں کئی گھر اور بھی نشانہ بنائے گئے۔

6 1 اپریل کو امریکیوں نے ہلمند کے ضلع نجکی کے " زمینداور کاریزو " کے علاقے میں مقامی لوگوں کے گھروں پر بمباری کی جس کے نتیجے میں 6 خواتین اور بچے شہید ہوگئے۔ اس بمباری میں مقامی لوگوں کے تین گھر بھی تباہ ہوگئے۔

27 اپریل کو ذرائع ابلاغ نے خبر دی کہ میدان وردگ کے ضلع چک کے گاؤں " دوران خیل " میں مجاہدین اور امریکی افواج کے ایک جھڑپ کے اختتام پر ضلع کے مرکز سے امریکی فوجیوں نے مارٹر کے گولے داغے ایک گولہ ایک گھر پر آ گرا جس میں تین خواتین شہید اور چار زخمی ہوگئیں۔ زخمی خواتین کو چک کے ہسپتال پہنچادیا گیا۔ جن کی حالت تشویشناک بتائی گئی ہے۔ ضلع کے کمشنر اسماعیل وفا نے بھی اس واقعے اور اس میں ہونے والی ہلاکتوں کی تصدیق کی ہے۔

27 اپریل کو امریکی فوج نے زابل کے ضلع ارغنداب کے گاؤں " مرغاوی " میں ایک امام مسجد کے بشمول چار افراد کو شہید کردیا۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ مذکورہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب جارحین کا ٹینک ایک بارودی سرنگ کے دھماکے میں تباہ ہوگیا۔ اس واقعے کے ردعمل میں امریکی فوجیوں نے مقامی لوگوں پر فائرنگ کردی۔

28 اپریل کو قابض قوتوں نے " ضلع خوگیانو " کے گاؤں صفر خیل پر یلغار کردی، مقامی لوگوں کو بھاری مالی نقصانات کے ساتھ ساتھ ایک مقامی شخص کو شہید اور امام مسجد کے بشمول 6 افراد کو گرفتار کر کے قید کردیا۔

30 اپریل کی شام کو جارحین نے لغمان کے ضلع " قرغیو " کے علاقے بولان میں مقامی لوگوں کے گھروں پر چھاپے مارے اور گھروں کی تلاشی لی۔ تلاشی کے بعد دو مقامی افراد کو شہید کردیا، جو آپس میں بھائی تھے ۔جبکہ شہیدوں کے والد، بھائی اور دیگر چار افراد کو گرفتار کر کیلے جایا گیا۔

30 اپریل کو جارحین نے زابل کے ضلع شاہ جوئی کے علاقے " شوبار " میں چار بچوں کو شہید کردیا۔ جارحین کے اس مکروہ عمل کے خلاف واقعہ کے ایک دن بعد یکم مئی کو شاہ جوئی کے بازار میں مقامی لوگوں نے جن کی تعداد 2000 تھی ایک بڑی ریلی نکالی۔ مظاہرین نے احتجاج کے طور پر کابل قندہار شاہراہ کو گھنٹوں تک ٹریفک کے لیے بند رکھا اور اپنے قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ کرتے رہے۔

مآخذ:

(بی بی سی ریڈیو، آزادی، پژواک اژانس، افغان اسلامی اژانس، تاند ویب سائٹ، بینوا، روھی)

☆......☆......☆

الرقم	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کے جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اہلکاروں کے مقتولین	اہلکاروں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندہار	180	2	133	51	190	65	64	9	6	1
-2	ہلمند	148		142	133	166	108	60	35	54	
-3	غزنی	91	1	106	76	76	44	41	8	2	
-4	خوست	57		31	20	39	32	11			
-5	نورستان	8		2		13	17	2			
-6	میدان وردگ	79		48	28	104	51	33	3	3	
-7	کونڑ	82		52	13	36	21	26	4		
-8	پکتیکا	54	4	56	32	100	31	20	9		
-9	زابل	126		50	17	155	28	71	5	4	
-10	لوگر	71		50	70	48	63	21	3	9	
-11	کاپیسا	28		8	18	43	23	7		2	
-12	روزگان	37	1	7		23	12	7	1	2	
-13	پکتیا	68		19	28	60	72	23		1	
-14	فراہ	28	1	16	16	110	89	57	11	10	
-15	کابل	24	2	35	5	22	19	7	4		2
-16	ننگرہار	49		14	20	87	128	22			
-17	لغمان	62		51	59	75	61	13	1		
-18	ہرات	30		3	2	49	29	11	5	8	
-19	نیمروز	36	1	12	8	52	17	17	1	5	
-20	بادغیس	42		28	23	97	50	14	6	10	
-21	قندوز	11		7	2	12	5	4			
-22	بغلان	4						1			
-23	فاریاب	14				14	9	2	7	4	
-24	غور	5				8	6			2	
-25	پروان	27		10	3	51	33	23	2		
-26	تخار	1				7	4				
-27	سمنگان	6				12	1	3			
-28	بدخشان	8		4		51	10	6			
-29	بامیان	1				1		1			
-30	بلخ	6				6	4		2	2	
-31	جوزجان	5		2	1	8	2	2		2	
-32	دائی کنڈی	1									
-33	سرپل	5		2	3	5	8	3			
-34	پنجشیر	3									
	مجموعہ	1397	12	888	628	1720	1042	572	116	126	3

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے: 1 لوگر میں ایک ڈرون طیارہ۔ 2-غزنی میں ایک ڈرون طیارہ۔

فرمان امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

برادران اسلام!

یقیناً آپ اس بات سے واقف ہوں گے کہ افغانستان کو ایک خودمختار اور مستقل ملک کی حیثیت سے اپنی تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے ایک مشکل ترین جنگ پر مجبور کردیا گیا ہے۔ امریکہ کی زبردست استعماری قوتیں چاہتی ہیں کہ ہمارے خودمختار ملک کو مختلف حیلے بہانوں سے اپنا اڈہ بنالیں ۔اس مقصد کے لئے اس نے بہت سارے ممالک کو اعتماد میں لیا ہے اور اقوام متحدہ کو اپنی لونڈی بنا کر اپنے مفادات کے لئے استعمال کر رہا ہے اس سلسلے میں تمام مسلمانوں سے میری گزارش ہے کہ ان حالات میں غلط افواہوں اور بے بنیاد پروپیگنڈوں پر کان مت دھریں بلکہ حقائق تک رسائی کی کوشش کرتے ہوئے ہمارے مظلوم ملک کی خودمختاری اور آزادی کے لئے اپنی اخلاقی ذمہ داریاں نبھائیں۔ واجرکم علی اللہ ۔

والسلام۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

1St Year June2012

دیکھے انہیں جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو